لطیفہ ۵۲[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نسب اور کسی قدر پاک سیرت کا بیان جو سترہ شرف پر مشتمل ہے

شرف اول: حضرت علیہ السلام کے نسب کا بیان۔
شرف دوم: حضرت علیہ السلام کی ولادتِ مبارکہ کا ذکر۔
شرف سوم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کے بعد بعض احوال کا ذکر۔
شرف چہارم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کافروں سے جہاد کرنے اور اُن کفار کے نام ظاہر کرنے کا ذکر جو اس غزوہ میں مارے گئے۔
شرف پنجم: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج اور عمرے کا ذکر۔
شرف ششم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ کا بیان۔
شرف ہفتم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری اوصاف اور حلیہ شریف کا بیان۔
شرف ہشتم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و اوصاف کا ذکر۔
شرف نہم: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند معجزات کا بیان۔
شرف دہم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا بیان۔
شرف یازدہم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادوں کا ذکر۔
شرف دوازدہم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا ذکر۔

---

[1] یہ لطیفہ بڑی تقطیع کے باسٹھ صفحوں پر مشتمل ہے اور طویل عربی عبارات کا حامل ہے، جو انساب اور سیئر کی کتابوں سے نقل کی گئی ہیں، اسی کے ساتھ اُن کا فارسی ترجمہ ہے۔ احقر مترجم نے بے جا طوالت سے بچنے کے لیے عربی عبارات کو نقل نہیں کیا ہے بلکہ اُن کے فارسی ترجمے سے اُردو ترجمہ کیا ہے۔ تاہم قرآنی آیات اور فارسی اشعار کو مطبوعہ متن سے نقل کرکے ان کا ترجمہ شامل متن کیا ہے۔ اس کے بعد لطیفہ ۵۳ میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔

شرف سیزدہم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں اور پھوپھیوں کا ذکر۔
شرف چہاردہم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں، آزاد خادموں، سفیروں اور کاتبوں کی تفصیل
شرف پانزدہم: حضور علیہ السلام کے گھوڑے اور اونٹوں کا بیان۔
شرف شانزدہم: حضور علیہ السلام کی وفات کا ذکر۔
شرف ہفدہم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلحہ و لباس کا ذکر اور آپ ﷺ کی آل کے نسب کی تفصیل جو انساب کی مشہور کتابوں سے منتخب کی گئی ہے۔
حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ سیرت کے فن میں ''خلاصۃ السیرؒ'' معتبر کتاب ہے جس میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ جو شخص مستند اور تحقیق شدہ باتیں معلوم کرنا چاہتا ہے اسے مذکورہ کتاب پڑھنا چاہیے۔ اس لطیفے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ وہ مذکورہ کتاب ''خلاصۃ السیرؒ'' اور کسی قدر ''لقائے محمدیؐ'' سے ماخوذ ہے۔

پہلا شرف۔ رسول علیہ السلام کے نسب کا بیان

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب و نسب کا علم حاصل کرنا شریف ترین عمل ہے اور آپ ﷺ کے اجدا میں سے چار جدوں کے نام یاد ہونا مسلمان ہونے کی شرط ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ مسلمانی کے اس ضعف اور شرطِ ایمانی کے اس فتور پر حیرت ہے کہ لوگ کافروں اور ملحدوں کے لاکھوں بے ہودہ قصے کہانیاں اور بے فائدہ باتیں یاد کر لیتے اور انہیں سلوک کی مجلسوں اور محفلوں میں بیان کرتے ہیں۔ نیز امیروں کے درباروں میں انہی کی تکرار باعثِ فخر خیال کرتے ہیں۔ اگر (اتفاق سے) انبیا و مرسلین کے حالات اور قدیم مشائخ کے ملفوظات بیان کیے جا رہے ہوں تو اُن کی زبانوں پر تالے لگ جاتے ہیں اور کسی دلچسپی کا اظہار نہیں کرتے کہ مجلس میں کیا بات کہی گئی ہے۔ قطعہ:

اگر مذکور گردد از خرافات
ہزاراں باہمہ امثال گویند
وگر ذکرے رود از دین و آثار
بہم آیند و قیل و قال گویند

ترجمہ: اگر فضول اور بے ہودہ باتیں ہو رہی ہوں تو اسی طرح کی ہزاروں باتیں کہنے لگتے ہیں۔ اور اگر دین اور دینی روایات کا ذکر چل نکلے تو سب مل کر قیل و قال میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب گرامی

ابوالقاسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ عرف قریش بن عدس بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرک بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اڈّبن اود بن ہمیع بن یخسب بن ثابت بن قیدار بن اسماعیل بن ابراہیم بن آذر،☆ بن تارخ بن شاروع بن ارغو بن فالخ بن شالخ بن عابر بن ارفخشد بن سام بن نوح بن تمک بن سوشلخ بن احزخ یعنی ادریس بن برذ بن بارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔

(تمام اربابِ سیر و انساب کا) عدنان تک صحت نسب پر اتفاق ہے، اس کے بعد اختلافات ہیں لیکن تحقیق یہ ہے کہ علمائے انساب اس امر میں متفق ہیں کہ بے شک اہل عرب کا نسب حضرت اسماعیل بن ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے مل جاتا ہے اور قریش کے تمام قبیلے نضر کی اولاد ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ فہر کی اولاد ہیں لیکن ان تمام اقوال میں مشہور اور صحیح ترین قول، قول اوّل ہی ہے (یعنی اہل عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں)۔

حضرت نور العین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے نسب کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت نے فرمایا، آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن قصی بن کلب۔ حضرت کبیرؒ نے عرض کیا کہ یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ حضور علیہ السلام کی والدہ (آبائی دین سے) نہ پھریں اور دین اسلام میں داخل نہ ہوئیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ بعض علما کو اس بات سے اختلاف ہے کہ حضرت آمنہ نے اپنی وفات کے بعد دین اسلام قبول کرلیا تھا۔ اس مسئلے میں اکثر علما کے درمیان اختلاف ہے۔ **قال اخبر نابذلک الشیخ الصالح ابوالحسن علی بن عبداللہ مسلسلاالی عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نزل الجحون لیتا خربنا فاقامَ بہ ماشاء اللہ عزوجل ثم رجع مسرور قال سالت ربی عزوجل فاحیالی امی فامنت** (فرمایا ہم کو خبر دی شیخ صالح ابوالحسن علی بن عبداللہ نے متصلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک خبر دی۔ تحقیق کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقام جحون پر اترے تاکہ ہمارے عقب میں پڑاؤ فرمائیں۔ پس وہاں قیام فرمایا جب تک اللہ بزرگ و برتر نے چاہا۔ پھر وہاں سے خوشی کی حالت میں واپس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اللہ بزرگ و برتر سے سفارش کی تھی پس میری ماں زندہ ہوئیں اور ایمان لائیں۔

☆اصل نسخے میں ابراہیم بن آذر بن تارخ ہے جبکہ تفسیر خزائن العرفان میں علامہ سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ نے سورۂ الانعام آیت ۷۴ کی تفسیر میں ''آزر'' کے متعلق قاموس اور مسالک الحنفاء للسیوطی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام تھا۔'' خود اسی لطیفہ نمبر ۵۲ کے شرف اول کی آخری سطر میں قرآن مجید کی سورۂ الشعراء آیت ۲۱۹ کے حوالے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کے بارے میں لکھا ہے کہ ''وہ اللہ کو سجدہ کرنے والوں میں تھے'' بت فروش یا بت پرست نہ تھے۔ (ناصر الدین)

حضرت ابن جوزی نے اپنی کتاب ''موضوعات'' میں تحریر کیا ہے کہ یہ موضوع حدیث ہے۔ جس شخص نے اسے وضع کیا ہے وہ بے شک وشبہہ کم فہم اور علم سے بے بہرہ تھا کیوں کہ اگر اس کو علم ہوتا تو بے شک وہ جان لیتا کہ حالتِ کفر میں مرنے کے بعد رجوع کرکے ایمان لانے کا کوئی نفع نہیں ہوتا بلکہ اگر وہ ایمان لے بھی آئے تو ازروئے تحقیق عذابِ آخرت کم نہیں ہوتا وہ کافر ہی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے[1] ''فَیَمُتْ وھُوَ کافِرٌ''[2] (پھر وہ کافر ہونے کی حالت میں مرجائے) البتہ اسناد کے ساتھ ایک دوسری حدیث ہے۔ صحیح حدیث میں ہے حضرت رسول علیہ السلام کا ارشاد ہے ''میں نے اپنے پروردگار سے حکم طلب کیا کہ میں خاص اپنی والدہ کی مغفرت کا طلب گار ہوں سو اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں فرمایا۔''

(کسی دوسری مجلس میں) بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کا ذکر ہوا تو فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے، **ان اللہ اصطفیٰ من ولد ابراھیم اسمٰعیل، واصطفےٰ من ولد اسمٰعیل بنی کنانه، واصطفٰے من بنی کنانه قریشا، و اصطفیٰ من قریش بنی ھاشم** یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا ابراہیمؑ کی اولاد میں سے اسمٰعیلؑ کو، اور برگزیدہ کیا اولادِ اسمٰعیل میں سے بنی کنانہ کو، اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کے حضور میرا نور حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے، عالمِ آخرت کے دو ہزار سال پہلے موجود تھا اور ملائکہ کے ساتھ تسبیح وتہلیل میں مصروف تھا۔ جب حق تعالیٰ نے آدم کو پیدا فرمایا تو اس نور کو آدم علیہ السلام کی پشت میں ڈال دیا پھر آدم (علیہ السلام) کی پشت سے نوح وابراہیم (علیہما السلام) کی نسل میں منتقل ہوا۔ وہاں سے وہ نور میرے بزرگوں کے صلب اور ان کی پاک بیویوں کے رحم میں منتقل ہوا۔ حتیٰ کہ اب میرے والد کے صلب اور میری والدہ کے رحم کے ذریعے وجود میں آیا۔ شعر:

صلاحِ جہاں آں شب آمد پدید
کہ از مولدش صبحِ صادق پدید

ترجمہ: اس رات دنیا کی بھلائی نمودار ہوئی کہ آپ کی ولادت سے صبحِ صادق کا ظہور ہوا۔

میرے اسلاف میں سے کسی نے زنا کاری نہ کی۔ ہماری سب دادیوں نے نکاح کے ساتھ مباشرت کی ہے۔ میرے اسلاف میں غلامی اور جفتی کرنے کا رواج نہ تھا۔

امام کلبی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت آدم (علیہ السلام) تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ماؤں کے نام، متقدمین کی تصانیف اور نسب نگاروں کی کتابوں سے تلاش کیے ہیں۔ حضرت حوا تک ہر ایک کا نام تحریر کیا ہے۔ پانچ سو نام نکلے۔ سب

---

[1] یہاں مطبوعہ نسخے (ص ۱۷۲) سطر ۷ اور ۸ میں کتابت کی شدید غلطی ہے۔ یہ عبارت نقل ہوئی ہے، ''ایں حدیث قولِ خدائے تعالیٰ فَیَمُت وَھُوَ کافِرٌ ودیگر بسندست'' اس عبارت سے حدیث قدسی کا اشارہ ہوتا ہے حالاں کہ یہ قرآنِ پاک کی آیت ہے۔ اصل مخطوطے میں یہ عبارت یوں ہوگی۔ ''قولِ خدائے تعالیٰ فَیَمُت وَھُوَ کافِرٌ ودیگر ایں حدیث بسند است'' اس قیاسی تصحیح کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔)

[2] پارہ ۲۔ سورہ البقرہ، آیت ۲۱۷۔

آزاد اور اشراف (خواتین) تھیں۔ سب ماؤں کا وصل شوہروں سے نکاح کے بعد ہوا تھا۔ ان میں حضرت حوا تک کوئی بھی قیدی، داغ زدہ[1] اور مسافرہ نہ تھی۔ سب پاک، باعفت اور اصل نسبت سے تھیں جیسے کہ ان کے مرتبے کے بارے میں یہ آیۂ کریمہ اشارہ کرتی ہے، وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ ٥[2] (اور (دیکھتا ہے) سجدہ کرنے والوں میں آپ کے پلٹنے کو) ایک نبی سے دوسرے نبی تک حتیٰ کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔

دوسرا شرف۔ رسول علیہ السلام کی ولادت کا بیان

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ حضرت رسول اللہ علیہ السلام کی ولادت (باسعادت) مکہ معظّمہ میں اصحابِ فیل کے واقعے کے سال میں ہوئی تھی۔ بعض روایتوں میں کہا گیا ہے کہ واقعۂ فیل کے تیس یا چالیس سال بعد ولادت ہوئی تھی لیکن روایت اوّل صحیح ہے۔ سرورِ انبیا وپیشوائے اصفیا بروز پیر بارہ ربیع الاوّل کو عالمِ ناسوت میں جلوہ افروز ہوئے۔ (یہ فرمانے کے بعد حضرت قدوۃ الکبریٰ پر) ذوق وشوق کی کیفیت طاری ہوگئی اور یہ غزل ارشاد فرمائی، غزل:

روزِ ظہورِ مظہر سر وِ دو عالم ست
روزِ ولادتِ خلفِ صدقِ آدم ست

(آج سرورِ دو عالم کے مظہر کے ظاہر ہونے کا دن ہے۔ آج آدم علیہ السلام کے سچے جانشین کی ولادت کا دن ہے)

امشب دریں زجاجۂ درمی نہادہ اند
نورِ یکے کہ چشم وچراغ دو عالم ست

(آج رات دروازے کے شیشے سے اُس ہستی کا نور ضوفشاں ہے جو دونوں عالم کی بینائی کا سبب ہے)

از روز و شب مراد جزایں روز وشب نبود
الحق شبِ مبارک و روزِ مکرم ست

(روز وشب کے سلسلے کو جاری رکھنے سے یہی دن اور یہی رات مقصود تھے، الحق کہ یہ رات مبارک اور دن مکرم ہے)

بگزشت از ربیعِ نخستیں دوازدہ
روزِ دو شنبۂ کہ ز ایام مکرم ست

---

1. مطبوعہ نسخے (ص ۲۷۱) کی اصل عبارت یہ ہے ''ہیچ کدامی از ایشاں اسرادمی ومرقوقہ واز عورات نازلہ نبود''۔ ''اسرادمی'' اور ''مرقوقہ'' میں سہوِ کتابت واضح ہے۔ مترجم نے بالترتیب ''اساریٰ'' (قیدی) اور ''مرقومہ'' (داغ زدہ) قیاس کرکے ترجمہ کیا ہے۔

2. پارہ ۱۹۔ سورہ الشعراء، آیت ۲۱۹۔ اس آیت سے متصل (ساجدین کے بعد) من نبی الیٰ نبی حتیٰ اخرجتک نبیا، عربی عبارت نقل کی گئی ہے۔ یہ قرآن شریف میں نہیں ہے مصنف کی تحریر ہے۔ اس لیے مترجم نے اسے آیۂ کریمہ سے ملا کر نقل کرنے کے بجائے اس کا ترجمہ کردیا ہے تاکہ آیت اور عبارت کا فرق قائم رہے)۔

(ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ ہوئی تھی، پیر کا دن تھا جو (ہفتے کے) دنوں میں سب سے زیادہ لایق تکریم دن ہے۔)

در وضعِ جملہ امّت واز بہرِ وضعِ خلق
وضعے نہا دہ خویش کہ بہ از وضعِ آدم ست

(تمام امت اور تمام انسانوں کے طرز زندگی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرز قائم کی جو انسانی فطرت کے مطابق ہے)۔

خورشید طلعتے بشب آمد کہ آفتاب
از دودِ شب نشستہ بریں سبز طارم ست

(ایک خورشید چہرہ ہستی رات میں نمایاں ہوئی ہے یا آفتاب رات کے دھویں سے (ہٹ کر) سبز آسمان پر بیٹھا ہے)

زاں روز کو بخیر قدم در جہاں نہاد
ذکر سپہرو دورِ زماں خیر مقدم ست

(جس روز سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں خیر کے ساتھ قدم رکھا اسی روز سے آسمان اور زمانہ آپ کے خیر مقدم کا ذکر کررہے ہیں)

در عام فیل نصرت اصحابِ فیل داں[1]
خاص آں کسے کہ کعبہ برایش مکرم ست

(عام الفیل میں آپ کی تشریف آوری اصحاب فیل پر اہل مکہ کی فتح ہے۔ خاص طور پر اس شخص کے لیے جو کعبے شریف کی تعظیم کرتا ہے۔)

بعض علما کہتے ہیں کہ رحمِ مادر میں نطفے کا قرار پیر کے دن ہوا تھا، ولادت پیر کے روز ہوئی تھی، وحی کا نزول اور وفات بھی پیر کے روز ہوئی۔ رسول علیہ السلام کی والدہ محترمہ کوہِ ابی طالب کی وادی میں جمرۃ الوسطیٰ[2] کے قریب حاملہ ہوئیں۔ شعر:

شد از بر نیساں صدف بار دار
پدیدار شد لولوئے شاہوار

(موسم بہار کی پہلی بارش سے صدف بار آور ہوگئی اور اس سے شاہوں کے لایق گوہر نمودار ہوا)

(حضرت آمنہ نے) فرمایا میں نے آپ ﷺ کے حمل کے وقت دیکھا کہ ایک نور میرے اندر سے نکلا، اس نے شام و بصریٰ کے محلات کو روشن کردیا۔ پھر حمل قرار پا گیا۔ خدا کی قسم میں نے دیکھا آپ ﷺ کا حمل بالکل ہلکا تھا۔ جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو آپ کے دونوں ہاتھ زمین پر اور سر آسمان کی جانب اٹھا ہوا تھا۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی

[1] مترجم اس مصرعے کا مفہوم نہیں سمجھ سکا۔ قیاسی ترجمہ کیا گیا ہے۔
[2] حجاج کرام منیٰ میں تین مقامات پر شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں۔ پہلے اور تیسرے کے درمیان مقام کو ''جمرۃ الوسطیٰ'' کہتے ہیں۔

ولادت (باسعادت) کی رات کسریٰ (شاہِ ایران) کے محل میں زلزلہ آ گیا اور چودہ کنگرے زمیں بوس ہوگئے۔ بیت:

چو صیتش در افواہِ دنیا فتاد
تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد

(جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہرت کا دنیا میں چرچا ہوا تو ایوان کسریٰ میں زلزلہ آ گیا)

آتش کدۂ ایران کی آگ جو دو ہزار سال سے روشن تھی بجھ گئی اور دریائے ساوہ کا پانی خشک ہوگیا جیسے کہ (فارسی کے شاعر) سلمان ساوَجی نے کہا ہے۔ شعر[1]:

شد آتشِ کفر پارس برباد
رفت آبِ سیاہ ساوہ درخاک

(ایران کی آتشِ کفر تہس نہس ہوگئی اور دریائے ساوہ کا سیاہ پانی مٹی میں مل گیا یعنی خشک ہوگیا)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت آمنہ جتنے عرصے رسول علیہ السلام کے حمل سے حاملہ رہیں، انھیں کسی قسم کی گرانی اور تکلیف جو عورتوں کو ہوتی ہے ہرگز نہیں ہوئی اور نہ ولادت کے وقت جو درد عورتوں کو ہوتا ہے انھیں ہوا۔ حضرت آمنہ کو مشاہدہ کرایا گیا کہ ساتوں آسمان اور زمینوں کے فرشتے میرے گھر میں نازل ہوئے ہیں اور مجھے بشارت دے رہے ہیں۔ اے بی بی! آج عالم اور اولادِ آدم میں سب سے بہتر اور خوب ترین ہستی کا تولد زمین پر ہوا ہے جس کے نورِ آفتاب سے مشرق تا مغرب (تمام عالم) جگمگائے گا۔ ابیات:

بشارت باد اے فرخندہ طالع
کہ می گردد ز تو خورشید طالع

(اے مبارک نصیب والے آپ کو خوشخبری ہو کہ آپ کی ذات سے آفتاب طلوع ہوتا ہے)

چناں خورشیدِ تو پُر نور گردد
کہ از نورش جہاں منظور گردد

---

[1] مطبوعہ نسخے (ص ۲۷۲) پر یہ شعر اس طرح نقل ہوا ہے:

شد آتشِ کفر پادس برباد
رفت آب سیاہ در خاک

اس شعر میں سہو کتابت واضح ہے۔ دوسرا مصرع بے وزن ہے۔ شاید یوں ہو:

رفت آبِ سیاہ ساوہ درخاک

اسی قیاس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ شاعر کا نام ''سلیمان ساوَجی'' لکھا گیا ہے۔ اس کا نام ''سلمان ساوَجی'' تھا۔ ملاحظہ فرمائیں ''بحث در آثار وافکار واحوال حافظ'' مصنفہ ڈاکٹر قاسم غنی۔ تہران، ۱۳۶۱ ہجری ص ۲۶۔ سلمان ساوَجی کا زمانہ آٹھویں صدی ہجری کا ہے۔

(آپ کی ذات کا آفتاب اس انداز سے نور فشاں ہوتا ہے کہ اس کی روشنی سے دنیا روشن ہوجاتی ہے)

زنورِ آفتابش ماہ وانجم
چو ذرہ می شود در تابِ اوگم

(آپ کے آفتاب کے نور سے چاند ستاروں کی چمک ذرے کی مانند گم ہوجاتی ہے)

اب تم پر لازم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کا بیڑہ اٹھانے میں دیر نہ کرو اور آپ ﷺ کے دشمنوں سے پرہیز کرو۔

رسالہ عبہری میں بیان کیا گیا ہے کہ پہلی خاتون جنھوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا وہ ابولہب کی کنیز ثوبیہؓ تھیں۔ اُس زمانے میں یہ رواج تھا کہ قبیلۂ بنوسعد کی دودھ پلانے والی عورتیں مکہ معظّمہ میں آتی تھیں۔ اہل مکہ سخت گرمی اور گرم ہوا سے بچاؤ کی خاطر اپنے بچے اجرت پر ان کے سپرد کردیتے تھے۔ اس سال بھی (دودھ پلانے والی) عورتیں مکہ معظّمہ میں آئیں اور آرزو کے ساتھ سرداروں کے بچے دایہ گری کے لیے حاصل کرلیے۔ حلیمہؓ بنت عبداللہ کو چوں کہ کوئی بچہ نہ ملا تھا اس لیے انھوں نے مجبوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے لیا۔ جب اپنی پستان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک میں رکھی تو پستان سے اس قدر دودھ جاری ہوا کہ دس بچے سیر ہوسکتے تھے، حالاں کہ اس سے قبل خود ان کے بیٹے کے لیے ان کا دودھ کافی نہ ہوتا تھا۔ حضرت حلیمہؓ کے پاس ایک اونٹنی تھی بالکل مریل اور خارش زدہ۔ اگر ہزار کوڑے لگائے جائیں تو جگہ سے نہ ہلتی تھی۔ شعر:

تواں تور چوگا نۂ باد پاے
بصد زخم چوگاں نہ جنبدز جاے

(چوگان کے ہوا رفتار بہادر گھوڑے کا یہ حال تھا کہ خم دار لکڑی کی سیکڑوں ضرب کے باوجود ہلتا نہ تھا)

(وہ ضعیف ولاغر اونٹنی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہونے کی برکت سے از سر نو جوان ہوگئی، بحدّے کہ اُس روز بنو سعد کا کوئی اونٹ قوت میں اس کی برابری نہ کرسکتا تھا۔ وہ اونٹنی جو قطعی طور پر دودھ سے محروم تھی اس نے اتنا زیادہ دودھ دیا جو حضرت حلیمہؓ کے کنبے کے لیے کافی تھا۔ جب حضرت حلیمہؓ سفر میں تھیں تو قبیلۂ ہذیل کے چند بزرگ (بستی سے) باہر نکلے۔ جب ان کی نظر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی تو دیر تک دیکھتے رہے پھر بولے کہ یہ بچہ تمام روئے زمین کا بادشاہ ہوگا۔ جب وادی سدرہ میں پہنچے تو وہاں پہلے ہی سے حبش کے عالم ٹھہرے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اپنی زبان میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ بچہ پیغمبر آخر الزماں ہے۔

مختصر یہ کہ اس قسم کی باتیں، آپ ﷺ کو دیکھ کر بہت سے عالموں اور کاہنوں نے کہیں۔

جب حضرت حلیمہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنے گھر پہنچیں تو ان کے پاس صرف ایک بکری تھی، آپ ﷺ کے

قدم مبارک کی برکت سے ان کے گھر میں تین سو بکریاں جمع ہوگئیں۔ اسی طور مال واسباب بڑھتے چلے گئے۔ قطعہ:

چو آں کیواں مراتب مشتری روے
بجانش برد اقدامِ سعادت
سعادت سوئے او روئے در آورد
شدہ با دولت و فرخندہ عادت

(جب وہ مشتری چہرہ جو ستارۂ زحل کی مانند بلند مقام کا حمل ہے اپنی جان کے ساتھ سعادت کی طرف بڑھا تو خود سعادت اس کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اسے مبارک اخلاق کی نعمت حاصل ہوئی)

جب رسول علیہ السلام تین سال کے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہؓ اور قبیلے کے لڑکوں کے ساتھ بکریاں چرانے کے لیے جانے لگے۔ ایک روز آپ ﷺ چھوٹے بچوں کی ایک جماعت میں کھیل رہے تھے اور بڑے لڑکوں سے باتیں کررہے تھے کہ دو فرشتے آدمی کی شکل میں نمودار ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلا دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم مبارک کو چاک کیا، آلائشیں باہر نکالیں اور اُس پانی سے صاف کیا جو طشت اور تھالے میں بھر کر لائے تھے اور (سینۂ مبارک کو) نورِ ایمان وعرفان سے معمور کردیا۔ قطعہ:

چوں ظرفِ سینۂ آں بحرِ اسرار
ملوث بود از الواثِ کینہ
ز آبِ معرفت شستند اورا
دگر پر کرد از نورو سکینہ

(چوں کہ اس بحرِ اسرار کے سینے کا ظرف کینے کی آلودہ سے ملوث تھا تو اسے آبِ معرفت سے پاک کیا پھر نور اور سکینت سے اسے لبریز کردیا)

اس کے بعد وہی واقعہ جو پہلے گزر چکا تھا پھر رونما ہوا۔ جب آپ کے ساتھیوں نے یہ دیکھا تو دوڑ کر حضرت حلیمہؓ کے پاس گئے اور واقعے کی اطلاع دی۔ وہ گھبرا کر جائے واقعہ پر پہنچیں تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک خزاں رسیدہ درخت سے پیٹھ لگائے تشریف فرما تھے۔ (شکم مبارک پر) شگاف کا نشان نمایاں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت حلیمہؓ کو) تمام حالات ایک ایک کر کے بیان فرمائے۔ وہ آپ کو لے کر گھر آ گئیں اور گھر والوں سے کہا کہ یہ فرزند کسی دن ضایع ہوجائے گا۔ میں انھیں مکے لے جاتی ہوں کیوں کہ ان فرزند سے روزانہ عجیب وغریب واقعات ظاہر ہوتے ہیں۔ قطعہ:

غرایب می کند ایں نارسیدہ
کہ جائے او رسیدہ نارسیدہ

ہدایت ایں چنین ست تا نہایت
چہ خواہد کرد ایں بر نارسیدہ

(اس نابالغ فرزند سے خلافِ عادت باتیں ظہور میں آتی۔ یہ جس مقام پر پہنچ چکا ہے اس تک رسائی ناممکن ہے اگر الٰہی فیصلہ یہی ہے تو یہ کچا پھل (نابالغ فرزند) پک جائے گا (جوان ہوگا) تو کیسے کیسے اعجاز ظاہر ہوں گے)

مورخ واقدی نے تحریر کیا ہے کہ جب رسول علیہ السلام آٹھ سال کے تھے تو (آپ ﷺ کے دادا) عبدالمطلب نے وفات پائی۔ انہوں نے اپنی وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب کے سپرد کیا۔ ابو طالب کو آپ ﷺ سے بے حد محبت تھی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش و پرداخت میں بہت زیادہ سعی کی۔ جب آپ ﷺ کی عمر شریف بارہ سال ہوئی تو ابو طالب آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔ وہ صحرا سے راستہ طے کر کے بصریٰ پہنچے۔ بحیرہ راہب نے جو راہبوں کا رہنما اور نبوت کی نشانیوں کا عالم تھا اور اس نے بہت سے بت پرستوں کو اپنے دین میں داخل کیا تھا، ابو طالب سے کہا کہ یہ فرزند پیغمبر آخرالزماں ہے۔ بعد ازاں اس نے ابو طالب اور تمام اہلِ قافلہ کی دعوت کی اور کھانے کے لیے بلایا۔ جب دسترخوان بچھایا تو بحیرہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو موجود نہ پایا۔ اس نے کہا جس مہمان کی میز بانی منظور تھی اُن کو بلایا ہی نہیں ہے۔ اس نے لوگوں سے دریافت کیا کیا کوئی شخص رہ گیا ہے جو دسترخوان پر نہیں آیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ سب آ گئے ہیں البتہ ابو طالب کے بھتیجے نہیں ہیں۔ راہب نے کہا میں انھی کا طالب ہوں انھیں بلاؤ۔ جب باہر آیا (تو دیکھا کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم دھوپ میں تشریف فرما ہیں اور ابر کا ایک ٹکڑا آپ ﷺ پر سایہ کیے ہوئے ہے۔ بحیرہ نے کہا لوگو! دیکھو یہ نبوت کی سچی نشانی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نے جس آخری نبی کے آنے کی بشارت دی تھی وہ آپ ﷺ ہی ہیں۔ ابیات:

اگرچہ ابر زیرِ آفتاب ست
چہ ابرش ایں کہ بالائے سحاب ست

(اگرچہ (فطرت کے قاعدے سے) ابر آفتاب کے نیچے ہوتا ہے لیکن آپ ﷺ (کی ذات) کا سایہ بادلوں سے بلند تر ہے)۔

ببیں آں ابروئے ابرِ سیار[1]
کہ بر سری کند دُر باش سیار

---

[1] مطبوعہ نسخے (ص ۲۷۳) پر یہ شعر اس طرح نقل ہوا ہے۔

ببیں آں ابروَ ابر فرق سیّار
کہ بر سری کند درباش سیّار

مترجم نے قیاسی تصحیح کر کے ترجمہ کیا ہے تاکہ قابلِ فہم مفہوم بر آمد ہو سکے۔ مطبوعہ نسخے میں پہلا مصرعہ بے وزن ہو گیا ہے

(اس گردش کرنے والے ابر کی آبرو کو دیکھو جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرقِ مبارک سے (دھوپ کو ہٹانے کے لیے دُور باشی کا فرض انجام دیتا ہے)

تیسرا شرف۔ ولادت مبارکہ کے بعد بعض حالات کا ذکر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کے بعد واقعات کی تفصیل بیان کرنے کے لیے بہت سی تصانیف کی ضرورت ہے بلکہ دفاترِ زمانہ بھی ناکافی ہیں۔ اشعار:

چناں سر برزد آثارِ نبوت
ز بعدِ زادنِ آں بحرِ اسرار

(اس بحرِ اسرار (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت کے بعد نبوت کی اتنی زیادہ نشانیاں ظاہر ہوئیں)

وگر دریا مدادو چوب اقلام
بود کاغذ ہمہ اوراقِ اشجار

(کہ اگر سمندر لکھنے کی روشنائی ہو جائیں اور تمام درختوں کی لکڑیاں قلم اور پتے کاغذ بن جائیں)

قلم زن گر بود از جنسِ اخلاق
بہ پایاں ناید آں ارقامِ آثار

(اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تحریر کیے جائیں تو تمام وکمال ضبط تحریر میں نہ آسکیں)

کتاب ''خلاصۃ الابرار'' میں بیان کیا گیا ہے کہ آں حضرت علیہ السلام، حضرت خدیجہؓ سے نکاح سے قبل، ان کے غلام میسرہ کے ہمراہ بغرض تجارت مکے سے شام روانہ ہوئے۔ جس وقت شام میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے ایک درخت کے سایے میں جو ایک راہب کے عبادت خانے کے قریب تھا قیام فرمایا۔ اس راہب نے گرجا کی کھڑکی سے میسرہ کی جانب دیکھا اور دریافت کیا کہ یہ صاحب کون ہیں؟ میسرہ نے اسے جواب دیا کہ یہ صاحب قبیلۂ قریش سے ہیں اور حرم کے رہنے والے ہیں۔ راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے کوئی قیام نہیں کرتا۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مال فروخت کیا اور وہ چیزیں جو منظور تھیں وہاں سے خریدیں۔ تمام اسباب (اونٹوں پر) لادا اور مکۂ معظّمہ واپس ہوئے۔ (واپسی پر) میسرہ نے بتایا کہ جس وقت دوپہر کی سخت گرمی ہوتی تھی تو دو فرشتے نازل ہوتے تھے اور آپ پر گرمی سے بچانے کے لیے سایہ کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر سفر جاری رکھتے تھے۔ جب مکہ معظّمہ میں تشریف لائے تو حضرت خدیجہؓ نے وہ چیزیں جو آپ (شام سے) لائے تھے

فروخت کردیں، اس سے دوگنا یا اس کے قریب نفع ہوا۔

میسرہ نے حضرت خدیجہؓ کو راہب سے اپنی گفتگو اور فرشتوں کے سایہ کرنے کے بارے میں بتایا۔ جب آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، اے ابن عم! آپ کے بارے میں لوگوں کے نیک گمان نیز میرے قریب ہونے کے سبب مجھے آپ سے رغبت ہوگئی ہے۔ آپ کا اپنی قوم میں شریف ہونا، امین ہونا، صاحبِ خلق ہونا، اور قول میں صادق ہونا (بھی اس رغبت کا) سبب ہے۔ پھر حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا نفس پیش کیا (نکاح کا پیغام دیا)۔ حضرت خدیجہؓ کو نسبت شریف کا یقین تھا۔ اُس عہد میں وہ بہ اعتبارِ نسبت افضل اور بہ اعتبار شرف عظیم تھیں۔ مالِ کثیر کی مالک تھیں اور اُن کی قوم کا ہر شخص ان امور کے باعث اُن کا حریص تھا۔

حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ذکر اپنے چچاؤں سے کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ خویلد بن اسد کے مکان پر گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت خدیجہؓ کو پیغام نکاح دیا جسے خویلد بن اسد نے قبول کرلیا۔ اس کے بعد ابو طالب شرفائے شہر کے ساتھ آئے اور خطبۂ نکاح پڑھا:

> ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ثابت ہیں، جس نے ہمیں ابراہیمؑ واسمٰعیلؑ کی اولاد میں پیدا کیا اور ہمیں اپنے گھر کی نگہبانی اور حرم کے انتظام کا شرف بخشا۔ اس نے خانۂ کعبہ کو امن کی جگہ قرار دیا اور ہمیں لوگوں پر حاکم بنایا۔
>
> بے شک میرے بھتیجے محمد ﷺ بن عبداللہ سب لوگوں سے وزن میں زیادہ ہیں یعنی اگرچہ محمد ﷺ تھوڑا مال رکھتے ہیں جو آتا جاتا سایہ ہے لیکن نبی خزاعہ سے تمام وکمال قرابت رکھتے ہیں۔ تحقیق کہ خدیجہ بنت خویلد نے نکاح کا پیغام دیا اور ان کے لیے، ان کے مال میں سے اتنا اور اتنا مہر مقرر کیا۔ پس خدا کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اعلیٰ خصائل اور شرف کے حامل ہیں، انھوں نے خدیجہؓ کو اپنے حبالۂ نکاح میں لیا۔''

اس وقت (نکاح کے وقت) آں حضرت علیہ السلام کی عمر شریف پچیس سال دو ماہ اور دس دن تھی اور خدیجہؓ اٹھائیس سال کی تھیں۔ روایتوں میں آیا ہے کہ تحقیق آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کو بارہ اوقیہ[1] سونا مہر ادا کیا۔ حضرت خدیجہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نبوت سے قبل پندرہ سال اور ہجرت سے تین سال قبل تک رہیں اس کے بعد ان کی وفات ہوئی۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف انچاس سال آٹھ ماہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[1] ایک اوقیہ چالیس درم وزن کا ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں فرہنگ عامرہ مصنفہ محمد عبداللہ خویشگی۔

خاص مصاحب حضرت صدیقؓ تھے۔ روایت کیا گیا ہے، تحقیق آدم علیہ السلام نے کہا کہ ''میں قیامت میں تمام انسانوں کا سردار ہوں گا لیکن میری اولاد میں سے ایک ہستی ایسی ہے جو مجھ سے افضل ہے۔ اس کی بیوی اس کے دین میں اس کی مدد گار ہوگی۔ میری بیوی نے میری خیانت کی اور اس امر میں میری مددگار بنی۔ اللہ تعالیٰ نے، اس (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے شیطان پر اس کی مدد کی۔ میرا شیطان انکاری رہا۔'' روایتوں میں آیا ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ اسلام لائیں، مردوں میں حضرت ابو بکرؓ اور لڑکوں میں حضرت علیؓ بن ابی طالب سب سے پہلے ایمان لائے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے اس امر کا حکم دیا گیا کہ میں خدیجہؓ کو بشارت دوں جنت کے مکانوں میں سے اس مکان کی جو نہایت وسیع بنایا گیا ہے اور جس میں نہ شوروشغب ہوگا نہ تکلیف ہوگی۔ (ایک مرتبہ) جبریلؑ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت خدیجہؓ کو اُن کے رب کا سلام کہیں پس حضور علیہ السلام نے فرمایا، اے خدیجہ یہ جبریل علیہ السلام ہیں اور تمھیں سلام پہنچاتے ہیں۔

رسول علیہ السلام جب پینتیس سال کی عمر کو پہنچے تو کعبے کی بنیاد بلند کی گئیں اور قریش اس بات پر رضا مند ہو گئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے حکم ہوں گے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشیر ونذیر بنا کر مبعوث کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غارِ حرا میں جو مکے کے ایک پہاڑ میں ہے جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں چند راتیں عبادت میں بسر فرماتے تھے۔ سو جبریل علیہ السلام نے کہا، اقرا (پڑھیے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نہیں پڑھتا۔ اس کے بعد جبریلؑ نے کہا، اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚO خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚO اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ۙO الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙO عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ؕO[۱] پس رسول اللہ علیہ السلام مع ان آیات کے اس حالت میں واپس آئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب، گوشت اور پیٹھ لرز رہے تھے۔ جب گھر میں داخل ہوئے تو فرمایا مجھے کپڑوں میں لپیٹ دو پس آپ کو لپیٹ دیا حتیٰ کہ آپ ﷺ کا اضطراب وخوف جاتا رہا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے خدیجہ! اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنی سرگزشت انھیں سنائی اور فرمایا مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے تسلی دی اور کہا کہ آپ ﷺ کو بشارت ہو۔ تحقیق اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا۔ بے شک آپ ﷺ صلہ رحمی فرماتے ہیں، جو دوسروں کے لیے بوجھ ہیں ان کا بار اٹھاتے ہیں، یتیموں اور غریبوں کی پرورش کرتے ہیں، مفلسوں کو مال صدقہ کرتے ہیں، اپنے مہمانوں کے لیے کھانا تیار کراتے ہیں یعنی مہمان نواز ہیں اور اپنوں کی مدد فرماتے ہیں۔

پس حضرت خدیجہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ انھوں نے زمانۂ

---

[۱] پارہ ۳۰، سورہ العلق، آیات: ۱ تا ۵ (ترجمہ: اے محبوب! پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ خون بستہ سے انسان کو بنایا۔ آپ پڑھیں اور آپ کا رب ہی سب سے زیادہ کریم ہے۔ جس نے قلم سے (لکھنا) سکھایا۔ انسان کو سکھایا جو (وہ) نہ جانتا تھا)۔

جاہلیت میں عیسائی مذہب قبول کرلیا تھا۔ وہ کافی عمر کے تھے اور نابینا تھے۔ سو حضرت خدیجہؓ نے فرمایا، اے ابن عم اپنے بھتیجے کا واقعہ سنو، چنانچہ ورقہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ اے بھتیجے! آپ ﷺ پر کیا واقعہ گزرا؟ حضور ﷺ نے جو واقعہ گزرا تھا بیان فرمایا۔ ورقہ نے کہا کہ یہ وہی ناموس یعنی جبریل ہے جو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر نازل ہوتا تھا۔ کاش میں اُس زمانۂ نبوت میں تنومند جوان ہوتا اور کاش میں اُس زمانے تک زندہ رہتا جب قوم آپ کو وطن سے نکالے گی۔ رسول علیہ السلام نے دریافت فرمایا، کیا لوگ مجھے وطن سے باہر نکالیں گے، ورقہ نے کہا ہاں۔ کوئی نبی ایسی ہدایت نہیں لایا جیسی آپ لائیں گے لیکن آپ سے دشمنی کی جائے گی۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ نبوت کا دعویٰ فرمائیں گے تو آپ کی مدد کرتا اور مدد بھی بہت زیادہ۔ بعد ازاں ورقہ بن نوفل زیادہ عرصے زندہ نہ رہے اور انتقال کر گئے۔

(بعد ازاں) وحی کافی عرصے بند رہی، حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہوگئے۔ اس روایت میں کہ ''ہمیں غمگین ہونا حاصل ہوا'' سے مراد یہی ہے کہ غمگین ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار ارادہ فرمایا کہ خود کو پہاڑوں کی چوٹیوں سے نیچے گرادیں، چنانچہ جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود کو پہاڑ سے نیچے گرانے کے لیے تشریف لے جاتے تو جبریل علیہ السلام ظاہر ہوتے اور عرض کرتے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بے شک اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ بہر حال وحی لمبے عرصے تک بند رہی۔

آخر وحی نازل ہوئی، چنانچہ جبریل علیہ السلام مثل سابق نمودار ہوئے اور مثل سابق وحی نازل کی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے امر کی تکمیل کی۔ جب وحی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو جس پتھر اور درخت یا خار دار جھاڑی کے پاس سے گزرتے تو وہ عرض کرتا ''السلام علیک یا رسول اللہ''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس رات میری بعثت ہوئی میں مکے میں تھا، بے شک پتھر مجھے سلام کرتے تھے اور میں اُن پتھروں سے واقف ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ربیع الاوّل کے آٹھ یوم گزرنے کے بعد پیر کے روز مبعوث کیا گیا۔☆ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق صاف صاف رسالت کی تبلیغ کی اور نصیحت فرمائی چنانچہ (اس دعوت پر) قوم نے بہت واویلا مچایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محصور کر دیا۔ جس وقت آپ ﷺ اس حصار سے نکلے تو آپ ﷺ کی عمر شریف انچاس سال، آٹھ ماہ اکیس روز تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب نے وفات پائی اور تین دن کے بعد حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوئی۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پچاس سال تین ماہ کی عمر کو پہنچے تو مقام نصیبین کے جن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ بعد ازاں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف اکیاون سال نو ماہ تھی تو مقام ابراہیم سے بیت المقدس تشریف

☆مشہور احادیث صحیحہ اور آیات قرآنی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عالمِ ارواح میں سب سے پہلے نور سے تخلیق ہونا اور نبی و رسول ہونا ثابت ہے۔ یہاں بعثت سے مراد نزولِ وحی ہے۔ (ناصر الدین)

لے گئے، جہاں آپ ﷺ کا سینۂ مبارک چاک کیا گیا اور آپ ﷺ کے قلب مبارک کو آبِ زم زم سے دھویا گیا پھر قلب مبارک کو ایمان وحکمت سے معمور کیا گیا۔ پھر براق لایا گیا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے اور آسمان کی بلندی کی جانب روانہ ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تحقیق کہ میں نے آسمان اوّل پر آدم علیہ السلام سے، آسمان دوم پر عیسیٰؑ اور ان کے بھانجے یحییٰ علیہم السلام سے، آسمانِ سوم پر یوسف علیہ السلام سے، آسمان چہارم پر ادریس علیہ السلام سے، آسمان پنجم پر ہارون علیہ السلام سے، آسمان ششم پر موسیٰ علیہ السلام سے، اور آسمان ہفتم پر ابراہیم علیہ السلام سے، جو بیت معمور سے پشت لگائے ہوئے تھے، ملاقات کی۔ (معراج شریف میں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کی امت پر پانچ وقت کی نمازیں فرض ہوئیں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ترپن سال ہوئی تو آپ ﷺ نے مکہ معظّمہ سے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الاوّل کے آٹھ یوم گزرنے کے بعد بروز پیر ہوا، اور پیر ہی کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینۂ طیبہ میں داخل ہوئے۔ اعلانِ نبوت کے بعد (مکہ معظّمہ میں) آپ ﷺ کا قیام تیرہ سال رہا۔ (مکہ معظّمہ میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم (دین کی تبلیغ کے لیے) لوگوں کے گھروں پر، عکاظ اور مجنہ کے بازاروں میں نیز حج وعمرے کے زمانے میں لوگوں کے پاس آتے جاتے تھے اور فرماتے تھے:

''وہ کون ہے جو میرے رب کے پیغام کو پہنچانے کے لیے میری مدد کرے اور اس کے بدلے میں جنت کا حق دار بنے۔''

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغِ دین کے لیے لوگوں کے گھروں پر جاتے تھے تو لوگ آپ ﷺ کی جانب انگلیاں اٹھا اٹھا کر اشارہ کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے (مدینے کے) انصار کو آپ کی خدمت میں پہنچایا، سو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ ان میں ہر وہ شخص، جو اسلام لایا تھا جب اپنے اہل وعیال میں واپس آیا تو اس کی باتیں سن کر اہل وعیال بھی اسلام لے آئے یہاں تک کہ انصار کے گھروں میں ایسا کوئی گھر باقی نہیں رہا جو مسلمان نہ ہو گیا ہو۔ انہوں نے اپنا اسلام ظاہر کردیا اُس زمانے میں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے اور خانۂ کعبہ کو پیٹھ نہ دیتے تھے بلکہ اس کو بھی اپنے سامنے رکھ کر نماز ادا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینۂ طیبہ میں تشریف لانے کے بعد سترہ یا سولہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی جاتی رہی۔

جب حضور علیہ السلام نے (مکے سے) ہجرت فرمائی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور اُن کا غلام عامر بن فہیرہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے اور عبداللہ بن الارتقط رہبر تھا۔ یہ عبداللہ بن الارتقط کافر تھا (تاریخ میں) اس کا اسلام لانا ثابت نہیں ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے بیان کیا کہ ہم رات سے صبح تک اور صبح سے آفتاب قائم ہونے یعنی دوپہر تک سفر کرتے تھے، پھر راستہ بند ہو جاتا اور کوئی شخص وہاں سے نہیں گزرتا تھا۔ میں نے ایک چٹان دیکھی جس کے نیچے سایہ تھا اور وہ جگہ ابھی گرم نہ ہوئی

تھی، چنانچہ میں نے رسول علیہ السلام کے لیے وہ جگہ درست اور صاف کی۔ میرے پاس ایک جھاڑو تھی۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں آپ ﷺ کے لیے آپ ﷺ کے گرد اگرد جھاڑو دیتا ہوں۔ پس میں باہر نکلا۔ یکا یک میری نظر ایک چرواہے پر پڑی کہ وہ سایہ دار چٹان کی طرف آرہا ہے اس کا ارادہ بھی میرے ارادے کی طرح تھا یعنی چٹان کے سائے میں بیٹھنا۔ میں نے اس سے دریافت کیا، اے چرواہے! تمھارا تعلق کس جگہ سے ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اہل مدینہ سے ہوں۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا تمھارے گلے کی بکریوں سے دودھ حاصل ہوسکتا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ حضرت ابوبکرؓ نے بیان فرمایا کہ اس کے بعد وہ چرواہا ایک بکری لایا۔ میں نے بیٹھ کر اس کے تھنوں کو صاف کیا پھر چرواہے کے برتن میں دودھ دوہا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا بعدازاں میں نے دودھ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے پانی ملایا اور رسول علیہ السلام کو نیند سے جگانا پسند نہیں کیا حضرت ابوبکرؓ نے بیان کیا کہ میں حضور ﷺ کے بیدار ہونے تک دودھ کا برتن لیے کھڑا رہا (جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو) میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ نوش فرمائیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں نہیں پیوں گا جب تک کہ تم راضی نہ ہوجاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا، جان لیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہجرت کو لازم کیا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا جی ہاں۔ اس کے بعد ہم نے سفر کے لیے کوچ کیا۔ ہم راستے میں تھے کہ سراقہ بن مالک بن جعشم (ہمارے تعقب میں) آ گیا۔ حضرت ابوبکرؓ (سراقہ کو دیکھ کر) رونے لگے اور عرض کیا کہ سراقہ ہمیں تلاش کرنے اور گرفتار کرنے کے لیے آ گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ ہم تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا اور سراقہ کے لیے دعا کی، سو اُس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ اس نے عرض کی بے شک آپ ﷺ نے دعا فرمائی ہے، اب دعا فرمائیں کہ میں (اس مصیبت سے) نجات پاؤں۔ اس کے بدلے میں میں کفار مکہ کو واپس لوٹا دوں گا جو آپ کو پکڑنے کے لیے میرے پیچھے آرہے ہیں اور آپ ﷺ کے بارے میں میں کسی کو مطلع نہ کروں گا۔ پس حضور علیہ السلام اور ابوبکرؓ دونوں نے سراقہ کے لیے دعا کی اور وہ واپس لوٹ گیا اور اپنے عہد پر قائم رہا۔ اس نے لوگوں کو بھی راستے سے لوٹا دیا۔ روایتوں میں آیا ہے کہ بے شک سراقہ نے عرض کیا کہ یہ میرا ترکش ہے سو آپ ﷺ بطور نشانی اپنے پاس رکھ لیں۔ راستے میں فلاں مقام پر آپ ﷺ کو میرے اہل وعیال ملیں گے۔ آپ ﷺ انھیں یہ نشانی دکھا کر جو کچھ ضرورت ہو پوری فرمالیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہمیں اس کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ام معبد کے خیمے پر ہوا جو قوم خزاعہ سے تھی۔ یہ خاتون خیمے کے صحن میں بیٹھتی تھی اور مسافروں کو پانی پلاتی اور کھانا کھلاتی تھی، چنانچہ حضور علیہ السلام کھجور اور گوشت خریدنے کے لیے اس کے پاس گئے لیکن ام معبد کے پاس نہ کھجور تھی اور نہ گوشت تھا۔ وہ مشرکین میں سے تھی۔ بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خیمے کے قریب ایک بکری دیکھی اور ام معبد سے اس کی کیفیت دریافت فرمائی، ام معبد نے جواب دیا کہ یہ وہ بکری

ہے جوضعف وناتوانی کے سبب گلے کے پیچھے رہ گئی تھی۔حضور علیہ السلام نے فرمایا، یہ دودھ دیتی ہے، ام معبد نے عرض کیا کہ یہ قوت سے زیادہ بوجھ ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگرتم اجازت دوتو ہم اسے دوہیں۔ اس نے عرض کیا میرا باپ اور میری ماں آپ ﷺ پر فدا ہوں اگر دوہنا مناسب ہے تو آپ کو اجازت ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بکری کے لیے دعا کی۔ اپنے دست مبارک سے اس بکری کے تھنوں کا مسح کیا اور زبان مبارک سے بسم اللہ پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام معبد کی بکریوں کے لیے دعا فرمائی چنانچہ وہ کثرت سے شیر دار ہوگئیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن طلب فرمایا جو جماعت کے لیے کافی تھا۔ دوسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ دوہا اور جماعت کو پلایا وہ شکم سیر ہوگئی۔

پھر دوستوں کو پلایا حتیٰ کہ وہ سیر ہوگئے بعد ازاں خودنوش فرمایا۔ تیسری بار دوہا اور برتن لبالب ہوگیا تو (اسے ام معبد کے لیے چھوڑ کر) سفر پر روانہ ہوگئے۔ دوران سفر ایک آواز سنائی دی۔ آواز مکۂ معظّمہ سے آرہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے سماعت فرمارہے تھے لیکن یہ نہ جان سکے کہ کہنے والا کون ہے؟ وہ کہہ رہا تھا، شعر:[1]

جزی الله رب الناس خير جزالهٗ
رفيقينِ حلاّ خيمتى اُم معبدِ

ترجمہ: اللہ جولوگوں کا پروردگار ہے، وہ اچھا بدلہ دے ان دو دوستوں کو جو ام معبد کے خیمے میں اترے۔

هما نزلا بالبر ثم تروّحا
فا فلح من امسىٰ رفيق محمدﷺ

ترجمہ: وہ دونوں نیکی اور بھلائی کے ساتھ وہاں اترے پھر وہاں سے چلے گئے سو کامیاب رہا جو محمد ﷺ کا دوست اور رفیق ہوا۔

ليهن بنى كعبٍ مقام فنا ئهم
وَمقعدها للمومنين مرصد

ترجمہ: بنوکعب (بن لوی یعنی قریش مکہ) اپنے صحن اور مسکن میں مؤمنین کا انتظار کررہے تھے۔

فيالِ قصّىً مازوى الله عنكم
به من فعالِ لا يجازى وسودد

ترجمہ: پس اے قصی کے خاندان والو! اللہ تم کو ایسے کام سے روکے جو سرداری اور شرافت کے ساتھ نہ چل سکے۔

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۲۷۹ پر اس شعر سمیت چھ اشعار نقل کیے گئے ہیں۔ ہر مصرع غلط تحریر ہوا ہے۔ مترجم نے پروفیسر علی محسن صدیقی کی رہنمائی میں ابن ہشام کی ''السیرۃ النبویہ'' مع ''الروض الانف'' مصنفہ سھیلی سے تمام اشعار کو نقل کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ابن ہشام ص ۵ نیز سھیلی ص ۷ مطبوعہ فاروقیہ ملتان ۱۳۸۷ھ مترجم پروفیسر علی محسن صدیقی صاحب کا بے حد ممنون ہے کہ ان کی عنایت سے صحیح متن قارئین تک پہنچا۔

سلوا اُختکم عن شاتها وانائها
فانکم ان تسئلوا الشاة تشهد

ترجمہ: تم (آلِ قصی) اپنی بہن (ام معبد) سے اس بکری اور برتن کے بارے میں پوچھو اور اگر تم بکری سے پوچھو گے تو وہ بھی گواہی دے گی۔

دعا ها بشاةٍ حائلٍ فتحلّبت
له بصریحٍ ضرة الشاة مزبد

ترجمہ: (محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے) اس (ام معبد) سے ایک جوان غیر حاملہ بکری مانگی اور اس کے تھن کو دوہا جس سے ڈھیر سا دودھ نکلا جو جھاگ مار رہا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکۂ معظّمہ میں) تھے۔ جب آپ ﷺ مکے سے باہر نکلے (تو پہرہ داروں کی نگاہ سے) پوشیدہ ہوگئے۔ حضرت ابو بکرؓ کا بیان ہے کہ مکے کے پہاڑوں کے ایک پہاڑ میں غار ہے جسے غارِ ثور کہا جاتا ہے، میں نے مشرکین کے قدم دیکھے اور ہم غار میں تھے۔ مشرکین ہمارے سروں پر تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر یہ لوگ اپنے پیروں کی طرف نیچے نگاہ کریں تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اے ابو بکرؓ تم کیا گمان کرتے ہو، اُن دو شخصوں کے ساتھ تیسرا اُن کا خدا ہے۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینۂ طیبہ میں داخل ہوئے تو انصار مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے بارے میں آپس میں جھگڑنے لگے۔ (ہر شخص چاہتا تھا کہ آپ ﷺ اس کے گھر میں قیام فرمائیں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نبی کے لیے عبدالمطلب کے بھائیوں کے ہاں قیام کرنے میں کوئی خوف نہیں ہے، جنھوں نے اس طرح تعظیم کی۔ (اس وقت یہ منظر تھا کہ) مرد اور عورتیں اپنے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے۔ بچے اور لڑکے مدینے کی گلیوں میں پھیل گئے اور سب بلند آواز سے کہہ رہے تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔

چوتھا شرف۔ آپ ﷺ کا کفار سے جہاد کرنے اور آپ کی حفاظت کرنے والوں کے ناموں کا بیان

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ جملہ مشہور غزوات کی تعداد بائیس ہے۔ بعض دوسرے نامور عالم اس سے زیادہ بھی بتاتے ہیں۔ کشاف[1] میں سورۂ انفال کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ قریش کے سردار ابو سفیان، عمرو عاص اور ہشام چالیس

---

[1] کشاف۔ یہ قرآن حکیم کی تفسیر ہے۔ اس کے مصنف جار اللہ زمخشری تھے۔ ملاحظہ فرمائیں'' فوائد الفواد (اردو ترجمہ) از محمد سرور جامعی لاہور ۱۹۸۰ء (طبع دوم) ص ۲۳۴۔

سواروں اور پیادوں کی ایک جماعت کے ساتھ ملک شام سے واپس ہوتے ہوئے نہاوند کے نواح میں پہنچے۔ معرکۂ روزگار کے رستم اور مجادلۂ جنگ کے گستہم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو (ان کے سفر کی) خبر ملی تو انصار اور مہاجرین کے ساتھ تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کے لیے مدینے سے باہر نکلے۔ جب ابوجہل کو اس کی اطلاع ملی تو کعبے شریف کی چھت سے پکارا۔ اے قریش کے جنگی پہلوانو اور بے دھڑک جنگ کرنے والو! جمع ہوجاؤ اور جلدی کرو کہ اسلامی فوج کے سپہ سالار اور لشکرِ مخلوق کے سردار محمد مصطفیٰ علیہ السلام تمھارے سرداروں کے تعاقب میں ہیں۔ اسلام اور دین کے وہ سپہ سالار جو کافروں کے دین سے کینہ رکھتے ہیں اگر روکے نہ جائیں گے تو تمھیں نجات حاصل نہ ہوسکے گی۔ ایسا واقعہ دیکھنے سے تکلیف سے مرجانا بہتر ہے۔

اس واقعے سے قبل حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بہن نے ایک خواب دیکھا تھا، گویا ایک فرشتہ تقدس اور محبت کے مقام سے زمین پر اترا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک پہاڑ ہے۔ ایسا کوئی گھر نہیں بچا ہے جس پر اس پہاڑ سے پتھروں کی بارش نہ ہوئی ہو۔ حضرت عباسؓ اس خواب کی تعبیر سمجھ گئے تھے انہوں نے قتل وخوں ریزی سے منع بھی فرمایا لیکن ابوجہل نے اُن کی ایک نہ سنی اور قریش کے ڈیڑھ ہزار سوار اور پیادے جنگجویوں کا لشکر لے کر مکۂ معظّمہ سے باہر نکلا۔ تجارتی قافلے کے پیشوا نے بدر میں پڑاؤ کیا۔

جبریل علیہ السلام حضرت کرام صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وحی لائے اور کہا، **ان اللہ وعدک احد الطائفتین** یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے ان دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کیا ہے۔ خواہ آپ تجارتی قافلے پر حملہ فرمائیں، خواہ اہل قریش سے جنگ کریں کہ انھوں نے بدر میں پڑاؤ کیا ہے، بہر حال فتح آپ ﷺ کی ہے۔ حضرت رسول علیہ السلام نے چاہا کہ قافلے کو ترک کریں اور اہل قریش سے جنگ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں صحابہؓ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کفارِ قریش سے جنگ کرنا دشوار بتایا اور تجارتی قافلے پر حملہ کرنا پسند کیا۔ جیسے کہ آیۂ کریمہ میں آیا ہے۔ **وَاِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّھَا لَکُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ تَکُوْنُ لَکُمْ**[1] انصار سمجھ گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اہل قریش ہیں نہ کہ قافلہ۔ سعد بن معاذؓ خوش ہوئے اور کھڑے ہوکر عرض کیا۔ اے آقا! ہم قومِ موسیٰ علیہ السلام کی مانند نہیں ہیں جو یہ کہیں کہ **فَاذْھَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلَآ اِنَّا ھٰھُنَا قٰعِدُوْنَ**[2] (پس تم جاؤ اور تمھارا رب۔ تم دونوں (ہی) اُن سے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں)۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ چلیں ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں، اگر آپ ﷺ سمندر کا رخ فرمائیں گے ہم آپ کے ساتھ موجود ہوں گے اور اگر آپ ﷺ پہاڑ پر چڑھیں گے تو ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ چڑھیں گے۔ سیدِ عالم علیہ السلام نے یہ بات ظاہر ہونے پر اپنا رخ اہل قریش

---

[1] پارہ ۹۔ سورہ الانفال، آیت ۷۔ (ترجمہ: اے مسلمانو یاد کرو) جب اللہ نے تم سے وعدہ فرمایا کہ دو گروہوں میں سے ایک گروہ یقیناً تمھارے لیے ہے اور تم چاہتے تھے کہ غیر مسلح (کمزور) گروہ تمھارے ہاتھ لگے۔

[2] پارہ ۶۔ سورہ المائدہ۔ آیت ۲۴۔

(کے لشکر) کی جانب کیا اور فرمایا کہ فتح ہماری ہے تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گے کہ بدر میں فلاں جگہ ابوجہل قتل ہوگا، فلاں جگہ شیبہ کا سر کاٹیں گے۔ فلاں مقام پر ولید عتبہ کو ٹکڑے ٹکڑے کریں گے اور دوسری جگہ عمرو ہشام اور امیہ بن خلف کو ٹھکانے لگائیں گے اور اس کا پیٹ چاک کریں گے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کے قتل ہونے کی جگہوں کی نشان دہی فرمائی۔

صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین چوں کہ تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کے خواہش مند تھے انھیں یہ باتیں دشوار معلوم ہوئیں۔ چاروناچار باہر نکلے۔ حضرت رسول علیہ السلام تین سو پندرہ پیدل مجاہدین اور دوسو سواروں کو لے کر بدر کی جانب روانہ ہوئے۔ ابوجہل کو یہ اطلاع ملی کہ تجارتی قافلہ سمندر کے ساحل کے ساتھ ساتھ سلامتی سے گزر گیا۔ قریش چاہتے تھے کہ اب ہم بھی مکے واپس لوٹ جائیں لیکن ابوجہل نے قسم کھائی کہ میں واپس نہیں جاؤں گا جب تک یہاں میز بانی نہ کروں، اونٹوں کو ذبح نہ کروں اور ایک ساتھ بزمِ عیش میں نہ بیٹھوں۔ ایک ساتھ رقص کا تماشا نہ دیکھ لوں یہاں تک کہ تمام عرب اور محمد علیہ السلام ہمارے باہر نکلنے کی خبر نہ سن لیں۔ کفار تو ان باتوں میں مشغول تھے اُدھر سید عالم علیہ السلام ان سے نو فرسنگ کے فاصلے پر میدان بدر میں تشریف فرما ہوئے اور میدان میں لڑائی کی ایسی جگہ منتخب فرمائی جہاں پانی نہ تھا۔ مثنوی:

بجائے گرفتند جائے نبرد
کہ گرمی زمردم بر آورد گرد

ترجمہ: (بدر کے میدان میں) لڑنے کی جگہ ایسے مقام کو حاصل کیا کہ گرمی نے لوگوں کے غم کو باہر نکال لیا۔

زمینے زگو گرد بے آب تر
ہوائے زدوزخ جگر تاب تر

ترجمہ: ایسی زمین تھی کہ گندھک سے زیادہ خشک تھی اور ہوا دوزخ سے زیادہ جگر کو جلانے والی تھی۔

نہ آبے درو سرد جز زہر ناب
نہ مہرے درو گرم جز آفتاب

ترجمہ: سوائے خالص زہر کے ٹھنڈا پانی دستیاب نہ تھا۔ آفتاب کی تپش کے سوا گرمیِ محبت ناپید تھی۔

جب[۱] زمین کی خشکی اور بے آبی نظر میں آئی اور شیروں کو زہر آب کا مشاہدہ ہوا تو ناچار تیمّم کر کے نماز ادا کی اور فرضِ دین ادا کر کے شاد ماں ہوئے۔ (اُدھر) کفارِ قریش بھی اپنی کامیابی کے وہم میں مبتلا تھے۔ مثنوی:

۱؎ یہاں (ص ۲۸۱) سطر چار سے سترہ تک ضایع بدایع کی خوبیوں کے ساتھ مرصع تحریر ہے۔ کتابت کی تصحیح پر بھی کم توجہ دی گئی ہے۔ مترجم کو ترجمے میں غلطی کے امکانات کا احتمال ہے۔ لطائف اشرفی کا فوٹو اسٹیٹ نسخہ مترجم کی دسترس میں ہے اگر ترجمے میں کہیں سقم رہ گیا ہے تو مترجم معذرت خواہ ہے۔

پدیدی در آمد بہ اہلِ قریش
کہ آمد سیاہی زبیگانہ کیش

ترجمہ: اہل قریش (کے دل سے کامیابی کا بے بنیاد خیال) ایسے ظاہر ہوا جیسے بے دینوں (کے دل کی) سیاہی ظاہر ہوتی ہے۔

بدیں آمدن شادمانی شدہ
نہ شادی کہ بس کامرانی شدہ

ترجمہ: وہ اس کیفیت سے بہت شاد ماں ہوئے۔ نہ صرف شاد ماں ہوئے بلکہ خود کو کامیاب تصور کرنے لگے۔

عجب مرغے از دام من جستہ بود
خوش آورد یزداں کہ پابستہ بود

ترجمہ: عجیب پرندہ میرے جال سے چھوٹ گیا تھا۔ اچھا ہوا کہ خدا اسے لے آیا کیوں کہ پاؤں بندھا ہوا تھا۔

جب رستم آفتاب خوابگاہ مشرق سے اور گستہم عالم افروز میدانِ مشرق سے برآمد ہوا تو قریش کے لڑنے والوں نے جہاں جہاں وہ تھے پانی میں غوطے لگائے اور اُن بے دین جنگجویوں نے لڑائی کی تیاری کر لی۔

مثنوی:

چو کوہہ بر آورد گاو زمین
بروں جست شیرِ سیاہ از کمین

ترجمہ: زمین کی گائے کبڑے کی مانند نکلی اور سیاہ شیر نے اپنی گھات سے جست لگائی۔

جہاں از دلیرانِ لشکر شکن
چو انجم کشیدہ بسے انجمن

ترجمہ: دنیا نے ستاروں کی مانند لشکر شکن دلیروں سے بہت سی محفلیں سجائیں (میدان میں بہادر ستاروں کی طرح پھیل گئے)

اس اثنا میں اس شکست نصیب گمراہی کے لشکریوں اور عسکرِ جہالت کے ناموروں نے وہ قسم دہرائی کہ وہ (ابوجہل کے) خوانِ کرم اور دستر خوانِ طعام پر بیٹھیں گے اور جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کاسۂ سر سے پانی نہ پئیں گے نہیں جائیں گے (اُن سب پر اللہ کی لعنت ہو)۔ جب احباب اور صحابۂ رضوان اللہ علیہم نے یہ قسم سنی تو ان بے نصیبوں کی اس آواز سے بے حد غم زدہ ہوئے۔ اصحابؓ پانی سے محرومی کے غم، اضطراب کے وہم کے علاوہ (اس بے ہودہ قسم کے) تفکر اور تحیّر کے غم میں تھے کہ رات آ گئی اور لشکر پر نیند طاری ہوگئی۔ لشکر کے سر پر شیطانی وسوسوں اور مکر و فریب کے خوف کا ہراول

دستہ آ کھڑا ہوا۔ سب بدخوابی کی لپیٹ میں آ گئے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ اس سے محفوظ رہے۔
جب لشکرِ فلک کے علم اور پرچم ظاہر ہوئے (یعنی صبح ہوئی) تو اصحابؓ نے اپنی حالت کے اضطراب اور خیال کی برانگیختگی کو رسول کامیاب علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک جماعت جو گزشتہ شب کی بدخوابی سے پریشان ہے۔ ایسی صورت حال میں ہم کس طرح میدانِ جنگ میں اتریں گے اور کس طرح انتقام کے لیے لڑنے والوں پر غالب آئیں گے۔ میدان کی صورت یہ ہے کہ پیر زانو تک ریت میں دھنس جاتے ہیں۔
مثنوی:

زریگش امیدِ بر آب آیدم
نہ از غرق ریگ سراب آیدم

ترجمہ: میں اس کی ریت سے پانی حاصل کرنے کی امیدیں لایا تھا۔ اس لیے نہیں آیا تھا کہ ریت کے سراب میں ڈوب جاؤں۔

پیمبر ﷺ چو بشنید عرض نیاز
بدا رائے گردوں بر آورد راز

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہؓ کی عرض نیاز سنی تو آسمان کے حاکم (اللہ تعالیٰ) سے دعا کی۔

بر آورد ودست ومناجات کرد
ہمہ روئے دل سوئے حاجات کرد

ترجمہ: آپ ﷺ نے مناجات کے لیے دست دعا اٹھائے اور تمام تر توجہ قاضی الحاجات کی جانب رکھی۔
حضرت رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پانی برسانے اور صحابہؓ کے اضطراب کو دور فرمانے کے لیے دعا کی۔ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک بلند تھے کہ بارانِ رحمت نے نزول فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے کرم کا بادل برسا اور اتنا برسا کہ دردمندوں کی جان سیراب ہوگئی۔ مثنوی:

سحابِ لطف او بارید چنداں
کہ شد سیراب جانِ درد منداں

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم کا بادل اتنا برسا کہ دردمندوں کی جان سیراب ہوگئی۔

چو یاراں سر بسر در آب کردند
زنارِ تشنگی سیراب خوردند

ترجمہ: تمام صحابہؓ پانی سے تر ہوگئے، تشنگی کی آگ بجھ گئی سب سیراب ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ سے عرض نیاز کرتے ہی ابرِ کرم سے اس قدر بارش ہوئی کہ اصحابؓ نے اچھی طرح غسل کیا اور احباب کو (منہ مانگی) مراد حاصل ہوئی نیز میدان کی ریت (تری کی وجہ سے) بیٹھ گئی۔ بیت:

چو میدان لشکر بر آراستہ
شدہ ریگ از آب آراستہ

ترجمہ: بحر حال لشکر کا میدان آراستہ ہوگیا اور بارش سے میدان کی ریت بھی ہموار ہوگئی۔

ایسی صورتِ حال میں ابلیس لعین اپنے مکروفریب کی کمین گاہ سے نکلا اور سراقہ (بن جعشم) کی شکل بنا کے تین سو سواروں کے ساتھ جوزرہ پہنے ہوئے، تلوار لٹکائے ہوئے اور زہر نوش لڑنے والوں کی طرح علم اٹھائے ہوئے تھے، قریش کی مدد کے لیے نمودار ہوا۔ اس نے ابوجہل سپہ سالارِ لشکر کے زانو کا بوسہ دیا اور عرض کیا کہ میں اس روز سے آپ سے شرمندہ ہوں جس روز آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب کرو مجھ سے اس معاملے میں تقصیر ہوئی۔ آج میں حاضر ہوا ہوں کہ اُس تقصیر کی معذرت اور اس حکم کی معافی طلب کروں لیکن شرط یہ ہے کہ آپ میدانِ جنگ اور لڑنے والوں کا ہراول مجھے بنائیں۔ مثنوی:

اگر سر لشکر مردانِ میداں
مرا سازید اے شیرانِ مرداں

ترجمہ: اے شیرانِ مرداں! مجھے آپ مردانِ میدان کے لشکر کا سردار مقرر کریں

بہ بینید از سرِ شمشیر تیزم
چو خونہا برسرِ میداں بریزم

ترجمہ: پھر دیکھنا کہ میں تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہوں اور میدان میں کس قدر خون بہاتا ہوں۔

قریش کے مغرور اور بے دین سرداروں نے سراقہ کو لشکر کے آگے رکھا اور تیز وطرار ہتھیار بند لڑنے والوں کو اس کے ہمراہ کیا۔ جب لشکر دین اور قلب یقین کے شیروں نے سنا کہ سراقہ کو متکبّر افواج کا پیشوا اور حراقہ کو بے ساز لشکر کا سردار مقرر کیا گیا ہے تو وہ فکرمند ہوئے کیوں کہ کفار قریش میں تلوار بازوں اور تیر اندازوں کی تعداد بے شمار تھی اور لشکرِ اسلام میں تیغ زن مجاہدین کی بے حد کمی تھی۔ اس فرق کو اندھیری رات اور چراغ یا سیاہ اندھیرے اور آنکھ کی بینائی سے تشبیہہ دی جاسکتی ہے۔ مثنوی:

سپاہاں چو شب، رومیاں چوں چراغ
کم وبیش چوں زاغ وچوں چشم زاغ

ترجمہ: فوجیں اندھیری رات اور رومی چراغ کی مانند تھیں یہ کمی اور بیشی کوّے اور کوّے کی آنکھ کی مثل تھی۔

زبسیار واندک سرانِ سپاہ
بہ پروین وانجم تواں بست راہ

ترجمہ: فوجوں کی کثرت وقلت کے سبب سے پروین وانجم تک راستہ بند کیا جاسکتا تھا۔

سپاہ دین اور جنگ گاہِ یقین کے سپہ سالار نبی علیہ السلام نے جب ساتھیوں اور دل داروں کی اس فکر مندی کا مشاہدہ فرمایا تو اپنا سر مبارک گردش اور تدبیر کرنے والے آسمان کی جانب اٹھایا اور (اللہ تعالیٰ کی جناب میں) عرض کی کہ اے عاشقوں اور خستہ جانوں کے مشکل کشا! اگر آج یہ مٹھی بھر مسلمان اور قلیل اہل ایمان ہلاک ہوگئے تو ان کے بعد روئے زمین پر کوئی شخص باقی نہ رہے گا جو (خاص تیرے لیے) تیری پرستش کرے۔ مثنوی:

نماند کسی درجہاں یاد گار
کہ گوید خداوند پرور دگار

ترجمہ: دنیا میں کوئی شخص بطور یادگار باقی نہ رہے گا جو یہ کہے کہ مالک و پروردگار اللہ ہے۔

چہ مقصود داری زیں مشتِ خاک
کہ یک بار ازیناں ہر آری ہلاک

ترجمہ: اگر آپ نے ان تھوڑے سے بندوں کو ایک ہی بار ہلاک کردیا تو آپ کا مقصود کیا ہوگا۔

اسی لمحے فوجِ ملائکہ کے سالار اور رحمت نوشوں کے لشکر کے سردار یعنی جبریل، اسرافیل اور میکائیل علیہم السلام تین ہزار فرشتوں کے ساتھ آموجود ہوئے۔ ان کا لباس سفید تھا۔ وہ عمامے باندھے ہوئے تھے۔ وہ ابلق گھوڑوں اور اطلس سے مزین براقوں پر سوار تھے۔ مثنوی:

رسیدند مرغانِ لشکر شکن
نہ مرغاں کہ گرُدانِ گردن شکن

ترجمہ: لشکر تہس نہس کرنے والے طائر آپہنچے۔ یہ پرندے نہ تھے گردن توڑنے والے پہلوان تھے۔

ہمائے ہوائے ظفر جبرئیل
صف آراستہ باہمہ تا دو میل

ترجمہ: جبریل علیہ السلام جو فتح مندی کی فضا کے ہما ہیں۔ وہ سب کے ساتھ دو میل تک صف آراستہ ہوگئے۔

یکے شد مقدم زسر از سپاہ
سرافیل خود شد زقلب سپاہ

ترجمہ: ایک فوج کے ہراول کا مقدم ہوگیا۔ اسرافیل علیہ السلام فوج کے درمیانی حصے میں رہے۔

جناحے بنا موس آراستہ[1]
پس از باد پیائے پیراستہ

ترجمہ: بازو کو ناموس سے سجائے ہوئے باد پیا کے پیچھے زینت بخش تھے۔

پسیں[2] از سرافیل بر پشت کوہ
بسا از سرو شان دیگر گروہ

ترجمہ: اسرافیل علیہ السلام کے پیچھے پہاڑ کی پشت پر فرشتوں کے بہت سے دوسرے گروہ تھے۔

جب ہر جانب سے فوج کے لشکر شکوہ حضرات نے ایک دوسرے کی جانب رخ کیا اور ہر طرف کے لشکر شکنوں نے اپنی مرضی کے مطابق دشمنی کے دروازے کھول دیے تو صراقہ جو آگے تھا، آیا۔ حراقہ بھی بے خودی کی کیفیت میں داخلِ میدان ہوا۔ اس طرف سے ایرانِ فلک کے رستم اور توران ملک کے گستہم جبریل علیہ السلام نکلے۔ سراقہ (یعنی شیطان لعین) نے اچھی طرح سے دیکھا تو لشکرِ اسلام کے ہراول دستے میں جبریل علیہ السلام کو پہچان لیا۔ بس ناموس اکبر (جبریل علیہ السلام) کو دیکھتے ہی میدانِ جنگ سے سرپٹ بھاگا اور کفار قریش کے قلب لشکر پر آ پڑا۔ مثنوی:

علم بر زدہ آفتابِ ظفر
گریزو فتادہ بہر رہ گزر

ترجمہ: فتح مندی کا آفتاب علم اٹھائے ہوئے ہر طرف کافروں کے تعاقب میں تھا۔

چو خور شید عسکر کشید از ستیز
شدہ لشکرِ روسیاں در گریز

ترجمہ: جب آفتاب نے لڑائی کے لیے لشکر مقابل کیا تو روسیاہوں کی فوج میدان سے بھاگ گئی۔

کما قال الله تعالیٰ یعنی جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، **فَلَمَّاتَرَآءَ تِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ**[3] (پھر جب دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو وہ (شیطان) الٹے پاؤں بھاگا)۔ لشکر کے شیاطین اور میدانِ جنگ کے لعین، بھاگتے اور تتر بتر ہوتے ہوئے لشکرِ کفار پر گرے۔ قریش کے سرداروں نے دردناک نعرہ لگایا اور بے دین سپہ سالار آہ وفغاں

---

[1] اس شعر کا مفہوم مترجم کے لیے ناقابل فہم ہے۔ جناح سے بازو اور ہراول دونوں مراد لیے جاسکتے ہیں۔ ہراول کا ذکر اس سے پہلے شعر میں آچکا ہے۔ اگر بازو ہے تو کونسا بازو؟ دایاں یا بایاں۔ باد پیماں (ہوا ناپنے والا) کنایہ ہے یا استعارہ۔ شعر سے ظاہر نہیں ہوگا۔ لفظی ترجمہ کر دیا گیا ہے)۔

[2] آخری شعر کا پہلا مصرع مطبوعہ نسخے میں اس طرح ہے ''یین از سرافیل بر پشت کوہ'' اس لیے مترجم نے قیاسی تصحیح سے کام لیا ہے اور مصرعے کو اس طرح نقل کیا ہے ''پسیں از سرافیل بر پشت کوہ'')۔

[3] پارہ۔۱۰، سورہ الانفال۔ آیت ۴۸۔

کرنے لگے۔ کہنے لگے، اے بے شرم سراقہ اور تنگ دل حراقہ تم نے ان مٹھی بھر بے سروسامان اور معمولی رسالے سے ہماری فوج کو شکست دلوائی اور اسے درہم برہم کرا دیا۔ ابوجہل نے بھی چیخ کر کہا، اے سراقہ تجھ پر کون سا خوف غالب آیا کہ تو نے جنگ سے فرار اختیار کی اور ہماری مہم کو ناکام کر دیا۔ سراقہ بھاگتا رہا اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اہل قریش کے پیغام رساں نے ان کے سینوں پر بہت زیادہ نمک چھڑکا اور کہا اے نامراد و بد روش (کافرو) اِنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّنۡکُمۡ اِنِّیۡۤ اَرٰی مَالَا تَرَوۡنَ[1] (بے شک میں تم سے بیزار ہوں یقیناً میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے)۔ اے راستے سے ناواقف اور بینائی سے محروم لوگو! مثنوی:

دریناں سپا ہے کہ من دیدہ ام
ہر اسپے کہ در دل پسندیدہ ام

ترجمہ: اس میدان میں جو فوج میں نے دیکھی ہے (اس کے) ہر گھوڑے کو میں نے دل سے پسند کیا ہے

بہ بینید گریک ازاں صد ہزار
بدم در بر آید زجانہا دمار

ترجمہ: اگر تم اس کے صد ہزار میں سے ایک کو دیکھ لو تو تمہاری جانیں ہلاک ہو جائیں۔

قریش نے یہ بات سن کر بساطِ میدان خالی کرنا اور پہلوانوں کی صف سے بھاگنا شروع کر دیا۔ فرشتوں اور تخت کے لشکر نے اہل قریش پر تلوار سے حملہ کیا اور اُن آگ بھڑکانے والے لوگوں میں سے بہتیروں کو خاک پر لٹا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے آنے سے قبل تلوار سے ضرب لگانے اور بے انتہا ہیبت کی آوازیں سنیں اور سفید پوش ملائکہ کا مشاہدہ فرمایا۔ جاں نثارانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے عقب سے نکلے اور کافروں کے سر اڑانے لگے۔ بیت

بسر بردنِ خصم چوں پے فشرد
بسر برد تیغے کہ بر سر نہ برد

ترجمہ: متواتر قتل کر کے دشمن کا کام تمام کر دیا۔ ایسی کوئی تلوار نہ تھی جس نے سر نہ کاٹا ہو۔

غیبی اور الٰہی میدان کے شیروں نے جو رسول علیہ السلام کے دائیں اور بائیں طرف تھے زیادہ تر کافروں کو قتل کیا اور ان کے سر گھاس کی طرح کاٹ کر رکھ دیے۔ (اس معرکے میں) ابوجہل اور قریش سردار جیسے ہشام، عمرو، شیبہ، عقبہ ربیعہ، ولید عتبہ، امیہ بن خلف، ابی سعیط اور عمار ولید تقریباً، ستر اشخاص قتل کیے گئے۔ ایک دوسری روایت ہے کہ ایک سو اَسّی افراد اُن مقامات پر کشتہ پائے گئے جن کی نشان دہی رسول علیہ السلام نے فرمائی تھی۔ بیت

---

[1] پارہ۔۱۰، سورہ الانفال۔ آیت ۴۸۔

بنزدیک ہشتادیک بے دریغ
در آمد سرِ دشمناں زیرِ تیغ

ترجمہ: تقریباً ایک سو اسی دشمنوں کے سر بے تامل تلوار کے نیچے آئے۔

فتحیاب لشکر کے سپہ سالار اور فتح ونصرت کے میدان کے سردار علیہ السلام نے فرمایا، تم میں کون ہے جو مجھے ابوجہل کے بارے میں خبر دے کہ وہ میدان سے زندہ بچ کر نکل گیا یا قتل کر دیا گیا۔ اصحابؓ میں سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جو زخمیوں کی دیکھ بھال پر مامور تھے عرض کیا کہ میں نے ابوجہل کو مقتولوں کے درمیان بھاری زخموں کے ساتھ ایک جانب پڑا ہوا دیکھا ہے۔ وہ ریت میں دبتا جارہا تھا۔ بیت:

بریگ آں گوہرِ بحرِ تباہی
نہاں گشتہ چواندر ریگ ماہی

ترجمہ: وہ بحرِ تباہی کا گوہر ریت میں چھپ گیا جیسے ریگِ ماہی ریت میں غایب ہوجاتی ہے۔

رسول علیہ السلام کے حکم پر عبداللہؓ زخمیوں کی طرف روانہ ہوئے اور میدان میں پڑے ہوئے ابوجہل کے سینے پر بیٹھ گئے۔ ڈاڑھی کو پکڑ کر اس کا سر کاٹا اور کٹے ہوئے سر کو رسول علیہ السلام کے مبارک قدموں میں ڈال دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک سے اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا کہ الحمدللہ آج میری امت کا فرعون قتل کر دیا گیا۔ مثنوی:

چو آورد و بنہاد پیشِ رسول
رسول از دل وجاں نمودہ قبول

ترجمہ: (جب عبداللہ بن مسعودؓ ابوجہل کا سر کاٹ کر) لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا تو آپ ﷺ نے دل وجان سے (یہ خدمت) قبول فرمائی۔

چو موسیٰؑ بہ منت بسر بستۂ
کہ فرعونِ امت مرا خستۂ

ترجمہ: موسیٰؑ علیہ السلام کی مانند شکر گزار ہوئے کہ میری امت کا فرعون خستہ ہوا۔

قریش کے بہتر افراد جن میں ان بے دینوں کے سردار بھی شامل تھے گرفتار ہوئے۔ ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباسؓ اور حضرت علی کے بھائی عقیل اور آپ ﷺ کے داماد ابو العاص جو حضرت زینبؓ کے شوہر تھے، گرفتار ہوئے۔ سید عالم علیہ السلام نے صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ ان سے کیا سلوک کیا جائے۔ حضرت عمرؓ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ تلوار سے ان کی گردنیں اڑادی جائیں کہ انہوں نے آپ ﷺ کو جھوٹا اور جادوگر کہا تھا اور ہمیں اپنے وطن سے

نکال دیا تھا (لیکن) حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ بے شک یہ لوگ آپ ﷺ (کے خاندان) سے ہیں اور بے شک آپ ﷺ (ان کے خاندان) سے ہیں (بہتر یہ ہے کہ) ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے۔ بیت:

زاندر زمن کوش آمادہ کن
کہ بستاں فدا بندی آزادہ کن

ترجمہ: آپ ﷺ میری عرض مان لیں اور فدیہ لے کر قیدیوں کو آزاد کردیں۔

حضرت زینبؓ نے وہ ہار جو انھیں حضرت خدیجہؓ نے جہیز میں دیا تھا، اپنے شوہر کی رہائی کے لیے بطور فدیہ بھیجا۔ جب وہ ہار سید عالم علیہ السلام کو ملا تو آپ ﷺ نے اسے پہچان لیا۔ آپ ﷺ نے حضرت زینبؓ کو یاد کیا اور چشم مبارک نمناک ہوگئیں صحابہؓ نے ابو العاص کو فدیہ لیے بغیر رہا کردیا۔ بیت

چو از چشمۂ چشم گوہر فشاند
اسیراں در آوردو بے فدیہ ماند

ترجمہ: جب آپ ﷺ کی چشم مبارک کے چشمے سے موتی ٹپکنے لگے تو قیدیوں کو بے فدیہ آزاد کردیا۔

وہ ہار حضرت زینبؓ کو واپس کردیا گیا۔ جب حضرت رسول علیہ السلام جنگ کے ارادے سے نکلے تو تین سو پندرہ پیادوں کے لیے دعا فرمائی تھی کہ بار الہا ان کو سوار بنادے چناں چہ جب مالِ غنیمت ہاتھ آیا تو کوئی پیدل مجاہد ایسا نہ رہا کہ طویلے کا مالک نہ بنا ہو (سب کے پاس سواری تھی) مثنوی:

چو در دست افتاد تاراج گنج
پر ازمال گشتند بے دست ورنج

ترجمہ: جب مالِ غنیمت ہاتھ لگا تو بے محنت اور تکلیف کے سب مال دار ہوگئے۔

نماند از صحابہ کسے در سپاہ
کز اسپان وشتراں نزد پائگاہ

ترجمہ: صحابہؓ میں سے فوج میں ایک فرد بھی ایسا نہ رہا جس کے اصطبل میں گھوڑے اور اونٹ نہ ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فدیہ طلب فرمایا۔ انھوں نے کہا کہ میرے پاس دینے کو کچھ نہیں ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مال کہاں ہے جو آپ نے امّ فضل کو یہاں آتے وقت دیا تھا۔ امّ فضل حضرت عبّاس کی زوجہ تھیں۔ جس وقت کہ حضرت عباسؓ نے امّ فضل سے یہ بات کہی تھی تیسرا شخص موجود نہ تھا۔ انہوں نے رسول علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ ﷺ کو کس نے خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے جبریلؑ نے خبر دی۔ یہ سنتے ہی حضرت عباسؓ ایمان لے آئے۔ بیت:

پیمبر بر ایشاں چو بکشا دراز
بزودی در اسلام آورد ساز

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جونہی (حضرت عباسؓ) پر یہ راز ظاہر کیا وہ فوراً موافقت میں اسلام لے آئے۔

حضرت عمرؓ اور حضرت سعدؓ کا یہ مشورہ کہ بدر کے قیدیوں کو قتل کر دیا جائے خدائے بے نیاز کی رضا کے موافق رہا اور حضرت ابو بکرؓ کی یہ رائے کہ قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے حکم احدیت کے موافق نہ پڑی۔ جبریلؑ درگاہ بے نیاز سے آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے کہ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس مصیبت کا انتظار کریں جس سے سوائے عمر خطابؓ اور سعدؓ کے کسی کو رستگاری نہ ملے گی۔ سید عالم علیہ السلام نہایت رنجیدہ ہوئے اور مدینے کی جانب لوٹے۔

جنگ بدر ۲ھ ہجری رمضان کے مبارک مہینے میں واقع ہوئی تھی۔ سورہ آلِ عمران کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ جنگ احد بروز پیر ۱۷ شوال ۳ھ ہجری میں ہوئی تھی۔

غزوۂ احد

جب سپاہِ جہالت کا اگلا دستہ اور ضلالت کے میدانِ جنگ کا ہراول مارا گیا تو سردارِ قوم ابوسفیان مکے میں تھا اس نے پریشان پرچموں کی فوج سے ایک لشکر تیار کیا اور شکست کی غیرت سے متاثر ہو کر مدینۂ طیبہ کی جانب چلا۔ بیت:

زجمع پریشاں سپاہے کشید
بسوئے مدینہ دو اسپہ دوید

ترجمہ: ایک پریشان گروہ سے ایک لشکر تیار کیا اور ایک دن میں دو منزلیں طے کرتا ہوا مدینۂ طیبہ کی جانب دوڑا۔

(ابوسفیان) تین ہزار جنگ آزما مردوں کے ساتھ اس میدان میں جس کی فضا سوگوار تھی اور جسے جنگ سے پامال ہونا تھا، کوہِ احد کے سامنے اترا۔ بیت:

فرود آمد آں جا سپاہے شگرف
کہ گردے برآرند ازاں بحرِ ژرف

ترجمہ: ایک عجیب قسم کی فوج نے وہاں پڑاؤ ڈالا، جس کا خیال تھا کہ گہرے سمندر سے مٹی نکالیں گے۔

میدانِ نبوت کے رستم اور مردانِ مردانگی کے گستہم علیہ السلام نے معرکۂ ہمت کے بہادروں اور ہراول دستے کے دلیروں سے مشورہ کیا کہ ابوسفیان کے مقابلے اور مقاتلے کے لیے کیا کرنا چاہیے۔ وہ منافقوں کے لشکر کا سردار ہے۔ بعضے صحابہ نے رائے دی اور صورت حال کا نقشہ کھینچا کہ اس مرتبہ جنگ کے لیے باہر نہیں نکلنا چاہیے کیوں کہ قریش کے جنگلی اور

کافروں کے صحرا کے شیروں کی تعداد تین ہزار ہے اور ہم بے سبیل چند سو ہیں۔ بیت:

چہ پیکارِ کبکاں بشا ہیں بود
کہ ایں نازنیں آں پر ازکیں بود

ترجمہ: چکوروں کی شاہین سے کس طرح جنگ ہوسکتی ہے کہ یہ نازک ہیں اور وہ کینے سے پر ہے۔

امیر المسلمین حمزہؓ اور اصحاب جنھوں نے اس روز شہادت پائی تھی یہ فتح مند رائے دی کہ ہمیں باہر نکل کر حملہ کرنا چاہیے۔ رسول علیہ السلام نے یہ رائے پسند فرمائی اور ان کو شوق دلانے کے لیے زرہ زیب تن فرمائی اور دشمنی کی کمر کھولی۔ تھوڑے سے اصحاب کو اس فیصلے سے اندیشہ تھا۔ سید عالم علیہ السلام نے فرمایا، انبیا جب زرہ پہن لیتے ہیں تو جنگ کیے بغیر واپس نہیں لوٹتے۔ اب ہمیں بہر حال باہر نکلنا چاہیے۔ بیت:

چو رستم بہ تن در زرہ در کشید
نہ شاید کہ بے جنگ از بر کشید

ترجمہ: جب رستم کی مانند جسم پر زرہ پہن لی تو بغیر جنگ کیے جسم سے اتارنا نہیں چاہیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس انتظام میں تھے کہ وحی نازل ہوئی اور جبرئیل علیہ السلام نے کامیابی اور فتح مندی کی بشارت دی کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آج حق تعالیٰ نے فتح آپ کی جانب رکھی ہے۔ بیت:

ندائے رسیدہ زہاتف بسر
کہ امروز بہر تو آید ظفر

ترجمہ: (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے) قلب مبارک پر غیب سے آواز آئی کہ آج صرف آپ ﷺ کے لیے فتح مندی وقف ہے۔

فتح مندی کی[1] یہ بشارت ملنے کے بعد ایک ہزار افراد اور دوسری روایت کے مطابق نو سو اشخاص شرفِ ایمان سے مشرف ہوئے تھے کہ خالد بن ولید کو ذات النعیم میں چھپا دیا تھا اور خود[2] اس لشکر سے مقابلہ کرنے کے لیے کھڑا ہوا۔ جبریلؑ آئے اور رسول علیہ السلام کو خبر دی کہ خالد بن ولید ذات النعیم میں چھپا ہوا ہے۔

مثنوی:

---

[1] یہاں سے مطبوعہ نسخے (ص ۲۸۴) میں عبارتوں میں بے ربطی اور ژولیدگی ہے۔ مترجم نے متن کے مطابق لفظی ترجمہ کیا ہے۔ ''بوصولِ بشارت ظفر با یک ہزار نفر، براویتے نہ صد کس بشرف ایمان مشرف شدہ بود کہ ولید خالد را در ذات النعیم پنہاں کردہ وخود بمقابلۂ ایں سپاہ ستادہ''۔

[2] یہاں یہ بات بالکل واضح نہیں ہے کہ کون کس کے لشکر سے مقابلے کے لیے کھڑا ہوا۔ مترجم اس کی اہلیت نہیں رکھتا کہ ایسے نازک مقامات پر قیاسی تصحیح سے کام لے۔ البتہ ایسے مقامات پر ترجمے کی مشکلات کی نشان دہی کرسکتا ہے۔

خبر کرد طاؤس بسیار پر
کہ مر غیست پنہاں دریں شاخ تر

ترجمہ: بہت پروالے طاؤس (جبریل علیہ السلام) نے خبر دی کہ اس شاخ تر میں پرندہ چھپا ہوا ہے۔

کہ آں شاخ رانام ذات النعیم
نہادست آں باغبانِ کریم

ترجمہ: کہ باغبانِ کریم نے اس کا نام ذات النعیم رکھا ہے۔

سید عالم علیہ السلام نے عبداللہ جبیر کو تین سو مجاہدین کے ساتھ اپنے علم کے نیچے رکھا اور ان سے فرمایا کہ تم تیر اندازوں کے امیر ہو۔ (اس طرف سے) ہوشیار رہو۔ میں نہیں چاہتا کہ تم میں سے کوئی یہ جگہ چھوڑے یا اِدھر اُدھر جائے کیوں کہ ابن ولید ذات النعیم میں چھپا ہوا ہے۔ اگر وہ تم پر حملہ کرے تو تم ایک ساتھ اس پر تیروں کی بارش کردو۔ (یہ فرما کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام اصحابؓ کے ساتھ قلب لشکر میں تشریف فرما ہوئے۔

ستر مجاہدین نے ابوسفیان پر حملہ کیا۔ ابوسفیان نے شکست کھا کر راہِ فرار اختیار کی۔ بیت:

چناں اوفتادہ بہ لشکر شکست
کہ پورے پدر رانگیرد بدست

ترجمہ: لشکر کو ایسی زبردست شکست ہوئی (اور ایسی بھگدڑ مچی کہ) بیٹا باپ کی مدد نہ کرسکا (سب کو اپنی اپنی پڑی تھی)

لشکرِ نصرت اور عیشِ نعمت کے مالک (رسول) علیہ السلام نے اصحابؓ کے ساتھ (شکست خوردہ) لشکر کا تعاقب کیا یہاں تک کہ عبداللہ جبیرؓ کی نظر سے چھپ گئے۔ (اس تعاقب میں) چودہ مشرکوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ وہ اصحابؓ جو عبداللہ جبیر کے ساتھ تھے انھیں مالِ غنیمت سے محرومی کا شدید احساس ہوا۔ وہ اپنی جگہ قائم رہنے پر قابو نہ پاسکے اور مالِ غنیمت لوٹنے کے لیے رسول علیہ السلام کے عقب میں چل پڑے۔ علم اپنی جگہ قائم نہ رہ سکا۔ عبداللہ جبیر تنہا وہاں کھڑے رہے۔

مدارک[۱] میں بیان کیا گیا ہے کہ نافرمانی کی شامت کے سبب وحی نازل ہوئی کہ اس وقت فتح آپ کی تھی، اب چوں کہ آپ کے اصحاب نے نافرمانی کی اس لیے اس نافرمانی کے سبب دشمنوں کو فتح ہوگئی۔ ابوسفیان بڑا سمجھدار تھا۔ وہ پیچھے سے آگے بڑھا اور میدان جنگ کی طرف پلٹا۔ خالد بن ولید پیچھے سے نکلا۔ اس کے تیر انداز جوانوں نے ہر طرف سے تیروں کی بارش کردی۔ ان کا لشکر کو منظم کرنا سودمند رہا۔ عبداللہ جبیرؓ شہید ہوگئے۔ عبداللہ بن ابی اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ بیت:

۱۔ مدارِک حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی کی تصنیف ہے۔ پورا نام ''مدارک التنزیل وحقایق التاویل'' ہے ملاحظہ فرمائیں'' ملفوظاتِ شاہ مینا رحمۃ اللہ علیہ'' اردو ترجمہ از لطیف اللہ شایع کردہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۹۴ء ص ۲۵۵۔

از قضائے گنبدِ خوناب ریز
لشکر دیں رونہاد اندر گریز

ترجمہ: خوں ریز آسمان کی تقدیر کے سبب لشکرِ دین میں بھگدڑ مچ گئی۔

معرکۂ نبوت کے پہلوانوں کے سردار اور جنگ مردانگی لڑنے والوں کے پیشوا علیہ السلام سات سو لشکر شکن دلیروں اور ہیبت انگیز چھاپہ ماروں کے ساتھ جمے رہے۔ نامردوں کے لیے بال برابر جگہ خالی نہ رہی۔ بیت:

زمیدانِ مردانگی از شکوہ
بدستے زمیں رانماندہ چو کوہ

ترجمہ: شان وشوکت کے ساتھ میدان مرادنگی کی ایک ہاتھ زمین نہ چھوڑی اور پہاڑ کی مانند جمے رہے۔

اصحابؓ نے شکست کی خبر سنی تو تردد میں پڑ گئے۔ جب دشمن کے تیر انداز اور جنگی نیزہ بردار آگے پیچھے سے حملہ آور ہوئے تو تیروں اور نیزوں کی بارش بادل کی مانند پیر سے سر تک گزر گئی۔ بیت:

چو دریای پیکار از آبِ تیغ
زسر بر گزشتہ در آمد دریغ

ترجمہ: افسوس جب جنگ کا دریا تلوار کے پانی کے ساتھ سر سے گزر گیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں کے قدم حرکت میں آئے تو وہ پوری قوت کے ساتھ دشمنوں پر حملہ آور ہوئے۔ بیت:

بلے پشت یاراں پناہِ جہاں
بود چوں نماند بدشمن جہاں

ترجمہ: بے شک جب پناہِ جہاں (علیہ السلام) دوستوں کا سہارا بن جائیں تو دنیا سے دشمن فنا ہو جائیں گے۔

اسی اثنا میں ابی وقاص اور عتبہ آئے اور پہلوانِ جہاں (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زخم لگایا اور آفتابِ عالم تاب ﷺ کے سرِ مبارک پر تلوار اٹھائی۔ بیت:

چو بر خورشیدِ گردوں تیغ آمد
عجب برقے کہ روبر میغ آمد

ترجمہ: جب آفتابِ فلک کے اوپر تلوار آئی تو ایسا لگتا تھا کہ ایک عجیب بجلی (آفتاب سے نکل کر) سیاہ بادل پر گری ہے۔

ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ عبداللہ قمی حارثی نے کانِ نبوت کے گوہر کے روئے مبارک پر پتھر مارا۔ اس سے آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک زخمی ہو گیا اور چار موتی (دندان مبارک) موتیوں کی ڈبیہ سے نکل پڑے (شہید ہو گئے)

مثنوی:

گوہر اوچوں دل سنگے بخست
سنگ چرا گوہر اوراشکست

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا موتی پتھر کے دل نے زخمی کیا۔ ایسا کیوں ہوا کہ پتھر نے آپ کے موتی کو توڑا؟

روئے از انجا کہ دل سنگ بود
خستگی سوداش در آہنگ بود

ترجمہ: ایسا اس لیے ہوا کہ پتھر کے دل اور ارادے میں زخمی کرنے کی خواہش تھی۔

کے شدے آں سنگ مضرح گرای
گر نہ شدے درشکنِ لعل سای

ترجمہ: وہ پتھر کس طرح فرحت بخش ہوسکتا تھا جب وہ لعل کو چکنا چور کرنے والے کی گرفت میں نہ ہوتا۔

جب اس سنگ دل نے موتی توڑ کر یہ چاہا کہ تلوار کے جوہر کو ابر کرم پر مارے تو مصعب بن عمیر جو لشکرِ اسلام کے علم بردار تھے، آفتاب کا بادل بن گئے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آ گئے)۔ تلوار کی ضرب سے علم کی میخ منتشر ہوگئی اور وہ علم جو موتی سجانے والا پرچم تھا یا شکست نما اژدھا تھا نیچے گر پڑا۔ بیت:

چو آمد اژدہای از پاے در سر
بہ یاراں آمد چوں روزِ محشر

ترجمہ: جب اژدہا (عَلَم) سر کے بل نیچے گرا تو اصحابؓ پر حشر کا دن آ پڑا۔

شیطان نے لشکر کے ہر طرف صدا لگائی کہ پہلوانانِ جہاں کے سردار (صلی اللہ علیہ وسلم) نیچے آ رہے اور آپ ﷺ کا جسم مبارک غرقاب خون ہوگیا۔ اصحابؓ اس خبر سے رنجیدہ اور شکستہٴ دل ہوئے اور لشکر سے کٹ گئے۔

بہتر صحابہٴ کبارؓ نے شربتِ شہادت نوش کیا اور وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ[1] (ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے) کے جامِ وصال سے اپنی روح کو خوش کام کیا، جیسے کہ حضرت امیر المومنین حمزہؓ ان بہتر اصحابؓ کے ساتھ جنگ میں شربتِ شہادت سے شاد کام ہوئے۔

مثنوی:

زیاراں دریں حرب ہفتاد تن
در آمد بخاک وندیدہ کفن

---

[1] پارہ ۲۶۔ سورۂ محمد، آیت ۴۔